جلد نمبر ۱۵ ۔ شمارہ نمبر ۱ ۔ ۷ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷

جلد ۱۴ ۱۵

نمبر ۱

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

بیشک خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جبتک وہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے

الحکم

۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء

(قادیان دار الامان)

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لیجائیگی

عوام سے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ صہ

خواص سے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ عہ

ہندوستان سے باہر ۔۔۔ سے

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ پیسے

دوا ہمیں شفا ہمیں غرض دار الامان ہمیں

چہ گویم با تو گر آئی بہ اور قادیان ہمیں

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا

سمجھتا ہوں ‘‘

حضرت فاضل امروہی نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے کیسی ترقی کی ہے اور ظاہر کیا کہ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس قسم کے خیالات دل میں نہ آنے دیں۔ کہ یہ وہی بچہ ہے۔ جو کل ہمارے ہاتھوں کھیلتا تھا۔ اس قسم کے خیالات ذر کوئی خیالات ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق ظاہر کئے تھے۔

فاضل امروہی جو صدق محبت اور ارادت حضرت کی اولاد کو رکھتے ہیں اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے زیر تربیت جنیظیر ترقی کی ہے۔ بہر حال کون شخص ہے۔ جو باغ احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پھلنے پھولنے سے خوش نہ ہو گا حضرت فاضل امروہی کی اس تقریر نے دلوں پر سکینت اور طمانیت کو نازل کر دیا ‘‘

بعد نماز ظہر و عصر پھر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے باوجود ضعف و نقاہت

احباب سے ملاقات فرمائی

اور یہ حضرت کا کرم اور احسان تھا۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے ایک تقریر فرمائی اور احباب کو رخصت کیا۔

دوسری تقریر

۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی طبیعت بہت کمزور تھی اور اس کی وجہ ۲۵ دسمبر کی غیر معمولی تقریر اور زیادہ دیر تک باہر بیٹھے رہنا تھا۔ اس کے بعد بھی پورا تخلیہ نصیب نہ ہوا۔ احباب برابر آتے جاتے رہے تو بھی جیسا کہ اس قوم کا خاصہ ہوتا ہے کہ وہ تبلیغ حق کے لئے حریص ہوتی ہے آپ نے پسند کیا کہ بعد نماز ظہر و عصر پھر احباب کی عام ملاقات کے لئے باہر تشریف لائیں۔ ظہر و عصر کی نماز جمع ہو کر پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضرت مدرسہ کے صحن میں تشریف لائے اگرچہ آج آپکا ارادہ تھا کہ کچھ بھی نہ کہیں گے۔ لیکن آخر اسی ورمی تبلیغ کے جوش نے مجبور کر دیا۔ اور مندرجہ ذیل تقریر آپ نے فرمائی۔ جس کو میں حربۂ دعا کے عنوان سے لکھتا ہوں۔

(ایڈیٹر)

حربۂ دعا

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ادعونی استجب لکم۔ یہ ایک ہتھیار ہے اور وہ بڑا کارگر ہے لیکن کبھی اس کے چلانیوالا آدمی کمزور ہوتا ہے اس لئے اس ہتھیار سے منکر ہو جاتا ہے۔ وہ ہتھیار دعا کا ہے۔ جس کو تمام دنیا نے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانوں نہیں ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس کو تیز کریں۔ اور اس سے کام لیں۔ جہانتک ان سے ہو سکتا ہے دعائیں مانگیں اور نہ تھکیں۔ میں ایسا بیمار ہوں۔ کہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی کتنی ہے۔ اس لئے میری یہ آخری وصیت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ دعا کا ہتھیار تیز کرو۔ تمہاری جماعت میں تفرقہ نہو۔ کیونکہ جب کسی جماعت میں تفرقہ ہو جاتا ہے تو اس پر عذاب آجاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فاغرینا بینھم۔ الآیہ اب تک تو تم اس دکھ سے بچے ہوئے ہو۔ خدا تعالےٰ کے فضل اور نعمت کے بغیر دعا بھی مفید نہیں ہوتی۔ اسلئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ بہت دعائیں کرو پھر کہتا ہوں کہ بہت دعائیں کرو۔ تاکہ جماعت تفرقہ سے محفوظ رہے۔ وہ نعمت جو اللہ تعالےٰ نے تم پر نازل فرمائی ہے وہ

دعا ہی سے آئی ہے!

میرے لئے بھی دعا کرو۔ میرے ذرا مومن ہوں مسلمان ہوں۔ مخلص ہوں۔ محسن ہوں۔ بامروت ہوں۔ میری مخالفت نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ مجھے ایسے واعظ نصیب کرے جو علےٰ وجہ البصیرۃ وعظ کریں۔ حق شناس ہوں ان میں دنیا کی طمع نہ ہو باوجود اخلاص کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رستہ کی پہچان رکھتے ہوں میں اس وقت یہی وعظ ضروری سمجھتا ہوں۔ اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتا ‘‘

اس قدر بیان کے بعد پھر جوش پیدا ہوا تو ذیل کے فقرات بطور تتمہ بیان فرمائے (ایڈیٹر)

میرے تم پر بہت حقوق ہیں۔ اول حق تو یہی ہے کہ تم نے میرے ہاتھ پر میری فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے۔ جو اقرار کے خلاف کرتا ہے وہ منافق ہو جاتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہو۔ میری نافرمانی سے کوئی منافق ہو جاوے ‘‘

دوسرا حق یہ ہے کہ میں تمہارے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتا ہوں۔

تیسرا حق یہ ہے کہ میں آجکل نماز میں بھی بالکل سجدہ نہیں کر سکتا۔ مگر تمہاری بھلائی کے لئے نماز سے بڑھ کر سجدہ میں دعائیں کی ہیں ‘‘

پس میری حق شناسی کرو اور باہم تفرقہ چھوڑ دو ‘‘

وصیت الحق

۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کی شام کو بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے تمام انجمنوں کے سکرٹری اور میر مجلس صاحبان کو حاضر آنیکا ارشاد فرمایا تھا چنانچہ سب لوگ آچکے تو باوجودیکہ آپ کو بہت ضعف تھا آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی جس کو میں وصیت الحق کے عنوان سے شایع کرتا ہوں۔ و باللہ التوفیق۔ (ایڈیٹر)

میں نے آپ لوگوں کو ایک خاص وجہ کیلئے بلایا ہے۔ سال گذشتہ میں میرے دل پر ایک رنجیدگی تھی۔ کہ آپ لوگ مجھ سے نہیں ملے تھے۔ اس لئے میں نے چاہا تھا۔ کہ اگر سال آئندہ زندہ رہوں تو آپ کو ملامت کرونگا۔

یاد رکھو قوم میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک نافہم دوسرے وہ جن کو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے فہم بخشتا ہے۔ نافہموں کی میں ایک مثال سناتا ہوں۔

ایک عورت حضرت صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس آئی اور میں نے عورتوں سے سنا کہ اس نے ایک سو روپیہ حضرت کو نذر دیا۔ قدرت الٰہی سے وہ عورت میرے پاس بھی آئی۔ اس کے ساتھ ایک جوان خوبصورت لڑکی بھی تھی اس عورت نے مجھے کہا کہ میرے لئے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اولاد دے۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ اسی کی لڑکی ہے۔ اس لئے میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کی لڑکی ہے۔ اس نے کہا کہ میری ہی ہے۔ مگر میرے اولاد نہیں۔

میں اس کے سنتے ہی مجھ پر تعجب کرتا تھا کہ یہ لڑکی کو اولاد ہی نہیں سمجھتی اس پر میں نے چاہا کہ اسکی تسلی کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ اسے سناؤں کہ آپ کی بھی لڑکی ہی تھی اسلئے میں نے اس سے پوچھا کیا تو محمدؐ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جانتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ جی میں پڑھی ہوئی نہیں۔ (گویا اس کے خیال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جاننا صرف پڑھ لینے ہی پر موقوف ہے)

تب میں نے اس کو کہا کہ کیا تو جانتی ہے کہ اس جہان کا پیدا کرنیوالا بھی کوئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پڑھے لکھے لوگ ہی جانتے ہوں گے۔ اس پر میں نے اس کو کہا کہ تم جو مرزا صاحب کے پاس آئی اور سو روپیہ نذر دیا کیا سمجھ کر آئی ہو۔ اس نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی ہیں۔ اس سے تم اندازہ کر لو کہ بعض لوگ کیسے نافہم ہوتے ہیں۔ ہر قوم میں ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا فضل ہوتا ہے۔ ان کو علم ہوتا ہے۔ فہم ہوتا ہے۔ وہ اللہ رب العالمین کو جانتے ہیں۔ محمد رسول اللہ خاتم النبیین کو سمجھتے ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے اور اس کے پیارے رسول کو پہچانتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہوتا ہے۔ اور خاص احسان ہوتا ہے۔ جن پر اللہ کا احسان ہے ان کے لئے قرآن شریف میں فرمایا احسن کما احسن اللّٰہ الیک یعنی جیسے اللہ تعالےٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تم بھی احسان کرو۔ تم پر بھی اللہ تعالےٰ نے فضل کیا ہے تم کو جاہلوں سے نہیں بنایا اور نافہم نہیں بنایا۔ نافہمی کا وہ نمونہ یاد رکھو کہ وہ عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام تک سے ناواقف اور اخلاص کیا کہ سو روپیہ دیدیا۔ پس تم خدا کا شکر کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا۔ اس کا شکریہ ہے کہ جو پاک تعلیم تم نے سنی ہے اسے مخلوق کو پہنچاؤ ‘‘

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ کام بہت ہی بڑا ہے میرے کبھی وہم یا گوشہ خیال یا تخیلات شاعرانہ میں بھی نہیں آیا تھا کہ میں کسی جماعت کا امام بنوں یہ بات میرے وہم و گمان سے وراء الوراء تھی۔ بلکہ میرے شاگرد جانتے ہیں جنہوں نے مجھے کچھ

پڑتا ہے۔ ایک حدیث ہے اس کا مطلب اور ہی سمجھتا تھا اب تو اور سمجھتا ہوں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریشیوں کی سلطنت میں زوال نہ ہوگا۔ جب تک وہ بھی ہوں۔

میں قریشی تھا۔ اور قصہ ذا کا پچھے دل سے مرید ہوا۔ ہماری جدّ بزرگوار میں فرخ شاہ ایک بزرگ کابل میں گذرا ہے۔ درۂ فرخ شاہ ابتک بھی اس کے نام سے ہے۔ اس نے سلطنت جان بوجھکر چھوڑ دی۔ اور تخت سے اُتر کر چبوترہ پر اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ اب بھی میری قوم کے آدمی یاغستان میں شاہزادے کہلاتے ہیں۔ تو میرے تو وہم میں بھی نہ تھا کہ میں کسی جماعت کا امام ہونگا۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ایک آن کی آن میں مجھے امام بنا دیا۔ اور ایک قوم کا امیر بنا دیا۔ تم سکرٹری لوگ ہو۔ پریسیڈنٹ بھی ہیں۔ تمہیں کبھی کبھی مشکلات پیش آجاتے ہوں گے۔ اور پھر اسی سے عناد بڑھ جاتا ہے۔

اول تو اس غلطی سے کہ کیوں مجھے عہدہ دار نہ بنایا۔ میرا اپنا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت صاحب کی لڑکی حفیظہ (امۃ الحفیظ) کو امام بنالیتے تو سب سے پہلے میں بیعت کر لیتا۔ اور اسکی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی حضرت کی فرمانبرداری کرتا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا۔ کہ اس کے ہاتھ پر بھی پورے ہو جاوینگے۔ اس سے میری غرض یہ بتانا ہے کہ ایسی خواہش نہیں ہونی چاہئے۔ غرض کبھی اس قسم کی مشکلات آتی ہونگی۔ پس پہلی نصیحت یہ ہے اور خدا کے لئے اس کو مان لو۔ اللہ کہتا ہے۔

لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔

اس منازعت سے تم بودے ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا بگڑ جائیگی۔ پس تنازعہ نکرو۔ اللہ تعالےٰ چونکہ خالق فطرت تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ جھگڑا ہوگا۔ اسلئے فرمایا واصبروا ان اللہ مع الصّٰبرین۔

پس جب سکرٹری اور پریسیڈنٹ سے منازعت ہو تو اللہ تعالےٰ کے لئے صبر کرو۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے صبر کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ ہوگا۔ میرا حق ہے کہ میں تم کو نصیحت کروں۔ تم نے عہد کیا ہے کہ تمہاری بات مانیں گے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ مان لو۔ قطعاً منازعت نہ کرو۔ جہاں منازعت ہو فوراً جناب الٰہی کے حضور گر پڑو۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر حفیظہ کو امام بنا لیتے۔ تو اس کی بھی مرزا صاحب جیسی ہی فرمانبرداری کرتا پس تم مشکلات سے مت ڈرو۔ مشکلات ہر جگہ آتی ہیں۔ میری اوپر بھی آئیں۔ اور بڑی غلطی یا شوخی یا بے ادبی بعض آدمیوں سے ہوئی۔ اب ہمنے درگذر کر دیا ہے۔ مگر انہوں نے حق نہیں سمجھا کہ کیا امامت کا حق ہوتا ہے وہ بھی کم علمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو انسان حقوق شناسی نہ کرے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے رحم فرمایا۔ ان کے دلوں کی آپ اصلاح کر دی اور دل اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس نے سب کو میرے ساتھ ملا دیا۔ اور انپر اور مجھپر اور ہماری قوم پر رحم اور احسان ہوا۔ غرض ایک یہ یاد رکھو کہ تنازعہ نہ ہو۔ نہ آپ کرو۔ نہ ماتحتوں کو کرنے دو۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے موقعہ پر صبر کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے بعض جگہ جہاں کثرت سے لوگ ہیں وہاں میں دیکھتا ہوں ترقی رک گئی ہے۔ اس کا کوئی مخفی راز ہے۔ اس کی تلافی دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ پریسیڈنٹ اور سکرٹری اللہ تعالےٰ سے رو رو کر دعائیں کریں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ سورج اور چاند گرہن پر مسلمانوں کے ہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب سورج گرہن اور چاند گرہن ہوتا تو گھبرا جاتے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن کریم میں ہو والقمر قدرنٰہ منازل مگر وہ بہت گھبراتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ سورج روشن تو رہتا ہے مگر روشنی زمین پر نہیں آتی۔ اسی طرح چاند کی روشنی رک جاتی ہے۔ چاند گرہن ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کو ہوتا ہے۔ جو اس کے کمال کے ایام ہیں اور سورج گرہن ۲۷-۲۸ کو باوجود اس علم کے کہ سورج اور چاند روشن ہیں۔ پھر ان کی روشنی رک جاتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بہت گھبراتے۔ اس لئے کہ میں تو مبلغ ہوں کہیں میری تبلیغ کا اثر نہ رک جاوے۔ اس لئے صدقہ کرتے قربانی دیتے دعائیں کرتے۔ غلاموں کو آزاد کرتے۔

احمق فلاسفر اس سر کو نہیں سمجھتے۔ مگر نبی جانتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں روشن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آفتاب و ماہتاب کیطرح ہماری روشنی اور اثر بھی رک جائے۔ اس لئے وہ صدقہ و خیرات اور دعاؤں سے کام لیتے۔

پس خوب یاد رکھو کہ جہاں جماعت کی ترقی رک گئی ہے وہاں پریسیڈنٹ اور سکرٹری صاحبان وضو کریں نماز پڑھیں۔ دعائیں کریں۔ اور اپنی ذات سے صدقہ اور خیرات کریں۔ کہ جناب الٰہی خود اس گرہن کو دور کرے اور اس روک کو اٹھا دیوے۔ جو ان کے اثر کے آگے آگئی ہے۔

یعنی اسوقت تک دو باتیں بتائی ہیں۔ اول تنازعہ نکرو۔ پھر اگر ایسا ہو تو صبر کرو۔ تیسری بات یہ بتائی کہ اگر ترقی رک گئی ہے تو صدقہ و خیرات کرو۔ استغفار کرو۔ دعاؤں سے کام لو تاکہ تمہارا فیضان رک نہ جائے اگر کوئی روک آگئی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے دور کر دے۔

میں تم کو صدقہ کا حکم دیتا ہوں اسلئے کہ الصدقۃ تطفئ غضب الرب صدقہ فی الواقعہ اللہ تعالےٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔ اس کی بہت بڑی بڑی کہانیاں ہیں۔ اور میں ان باتوں کو مانتا ہوں کہ صدقہ سے غضب الٰہی دور ہو جاتا ہے۔ تم تو مسلمان ہو۔ اسلئے ضرورت نہیں کہ وہ کہانیاں تمہیں سناؤں۔ ایک بتاتا ہوں۔ ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہوا۔ اسنے راستہ میں کسی سے دو پیسہ مانگے اور اُن کی روٹی لیکر کسی غریب کو دیدی کسی نے اس سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا اس نے کہا کہ مجھ پر غضب الٰہی آیا ہے۔ میں نے صدقہ کیا ہے اور اس سے ٹل جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ سولی کا تختہ سامنے ہے اب کیا ٹل سکتا ہے۔ ادھر کسی نے بادشاہ سے کہا کہ فلاں شخص جسکو پھانسی کا حکم دیا ہے بیگناہ ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ تو پھانسی لگ گیا ہوگا۔ اس پر اس نے عرض کیا کہ شاید ابھی نہ دیا گیا ہو۔ چنانچہ بادشاہ نے سوار کے ہاتھ حکم بھیجا کہ پھانسی نہ دو۔ جو وقت سوار پہونچا۔ وہ تختہ پر چڑھ چکا تھا۔ گو ابھی پھانسی پر لٹکا یا نہیں گیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے اس کو بچا لیا۔ یہ باتیں بناوٹ کی نہیں ہیں واقعات ہیں میں ایسی حالت میں نہوں کہ نیچے اوپر بڑا زور ڈالکر بول رہا ہوں پھر مرنیکی حالت میں جھوٹ بولنے کی مجھے کیا حاجت ہے۔

پس تم یاد رکھو کہ صدقہ غضب الٰہی کو روک دیتا ہے جسکا اثر متعدی نہیں رہتا۔ وہ خدا کے آگے گر پڑے اور صدقہ و خیرات دے۔

چوتھی بات جو میں سمجھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ مال معاملہ کے متعلق بڑی بدگمانی ہوتی ہے۔ یہاں کے کارکن امین ہیں۔ نیک ہیں۔ اگر کسی کی نسبت پیسہ کا جرم لگ جاتا ہے تو وہ چور نہیں ہوتے۔ اس لئے تم اپنے مالوں کے لئے مطمئن رہو جو مجھے کوئی دیتا ہے اسکے لئے بھی میں امین ہوں۔ میں جب چھوٹا تھا۔ تو ایک امیر کبیر ہمارا دوست تھا۔ اس نے ایک لوئی خریدی۔ وہ اتنا بڑا مالدار تھا کہ پچاس ساٹھ ہزار روپیہ اس کے پاس زکوٰۃ ہی کا تھا۔ میرا دل چاہا کہ لوئی مول لوں میں نے خرید تو کی مگر مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے کبھی پہنی ہو۔ خریدنا تو اب تک یاد ہے۔ مگر پہننا ہرگز یاد نہیں ہو آپ تک مجھے پشمینہ ہی پہننے کو دیتا ہے پس میں اپنی نسبت مطمئن کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے مال کا حریص نہیں بنایا۔ میرے دلمیں مال کی خواہش ہی نہیں ہے۔

تمہاری نذریں جو میرے پاس آتی ہیں۔ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو ایسی ہوتی ہیں کہ میں ان کو لیکر باغ باغ ہو جاتا ہوں۔ اس کی دو تین مثالیں بتاتا ہوں۔ حافظ معین الدین بڑا ہی مسکین اور مخلص آدمی ہے۔ نابینا آدمی ہے کوئی بھائی نہیں۔ باپ نہیں اور رشتہ دار نہیں۔ اگلے دن میرے پاس آیا۔ اور تین روپیہ مجھے دیئے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ان کی یخنی پئیں۔ تو طاقت آجائیگی۔ اسکی بیکسی اور نابینا پن کو دیکھو اور اخلاص کو دیکھو میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ مجھے اس کی یخنی پلاؤ۔

ایکدفعہ دور ملک سے ایک شخص آیا اور اڑھائی روپیہ دیئے اور کہا کہ یہ بڑے اطیب ہیں۔ آپ کھائیں گے تو نیا رنگ دیکھو گے ایک شخص نے کھدر کا کرتہ بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ خاص ترے لئے ہے اور ایسی اطیب چیز سے بنا ہے کہ اس کو دیکھ کر میرا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ یہ تین مثالیں ہیں باقی کے روپیہ کو میں سنبھال کر رکھتا ہوں اور کبھی مشورہ کرتا ہوں کہ کیا کریں بہر حال انہیں ایسی جگہ خرچ کرتا ہوں جو اللہ تعالےٰ کی رضا کا موجب ہو۔ پس میری طرف سے مطمئن رہو کہ میں مال کا بھوکا نہیں۔ بڑا بننے کی خواہش بھی نہیں۔ میں اپنی بیوی کو محدود خرچ مہینے میں دیتا ہوں۔ تمہارے اموال اور نیتیں نیک ہیں تو میں انہیں نیک جگہ خرچ کروں۔ غرض یاد رکھو۔ کہ ایک نصیحت تو یہ ہے کہ جھگڑے نہ کرو۔ دوم صبر سے کام لو۔ سوم صدقہ و خیرات دو اپنی ذاتی کمائی سے۔ چہارم یہاں کے لوگ جن کے قبضہ میں روپیہ آتا ہے۔ ان کی نسبت بدگمانی نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ کو اس جماعت کے بعض بندے بڑے ہی پیارے ہیں۔ ایسا نہ ہو کسی کی نسبت بدگمانی کرکے نقصان اُٹھاؤ۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اب مرنے کے قریب ہوں مگر میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور بڑا خیر خواہ ہوں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ میں نے اپنی اولاد کے لئے روپیہ نہیں رکھا۔ میرے باپ نے مجھے کوئی روپیہ نہیں دیا۔ اور نہ بھائی نے دیا۔ مگر میرے مولا نے مجھے بہت کچھ دیا۔ اور وہی دیتا ہے۔ پس تم بدگمانی سے توبہ کرو۔

یہ باتیں میں نے بہت سوچ سوچ کر کہی ہیں۔ میرے دماغ میں خشکی ہو تو ہو مگر ان باتوں میں خشکی نہیں۔ آپس میں محبت رکھو تنازعہ نہ کرو۔ بدگمانی نہ کرو۔ کوئی اگر تنازعہ ہو تو صبر سے کام لو

اور دعائیں کرو۔

ایکدفعہ میں نے ایک شخص کو جو میرا پیارا ہے۔ نصیحت کرنیکا ارادہ کیا۔ جس معیوب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تم اس کو نصیحت نہ کرو۔ اگر اس نے نہ مانا تو تم کو رنج ہوگا۔ میرے دل پر اس سے بہت بوجھ گذرا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تم اس کیلئے دعا کرو۔ ہم اپنی حکمت کاملہ سے سمجھا دیں گے وہ بڑا خوبیوں والا ہے۔ اس لڑکے پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور اسے شرمندگی سے بچالیا۔ پس ایسے لوگوں کیلئے دعا کرو۔ اور نمازوں میں دعائیں کرو۔ یہ سوفت کی حالت میں مجھے کہنے میں معذور سمجھو میرے دل کی خواہش برس ہا برس سے تھی۔ بدگمانی ہی ہوئی۔ کہ شاید بیویوں کے لئے بلاتا ہو میں مالوں کا خواہشمند بلکہ میرا نام آسمان میں

عبدالباسط ہے

باسط اسے کہتے ہیں جو فراخی سے دیتا ہے۔ میرے پرانے دوست حق حاجیہ شاہ نے موجود ہیں۔ وہ جلسہ میں میرا ایسی نماس ماہر بہا ہوئے وقت پر مجھے ہر چیز دیتا ہے اس کے بڑے بڑے فضل مجھ پر ہیں۔ میں ابھی گرا تھا۔ اگر گھوڑا آنکھ پر لات ماردیتا تو کیا حقیقت تھی یہ اسی کا فضل تھا۔ سالگذشتہ میں کئی قسم کی غلطیاں ہوئیں مگر خدا کے فضل سے امید ہے کہ آئندہ نہ ہونگی۔"

احمدیہ کانفرنس

سالانہ جلسہ کے حالات کے ضمن میں احمدیہ کانفرنس کا ذکر بھی ضروری ہے۔ احمدیہ کانفرنس۔ احمدیہ انجمنوں کے سکرٹریوں اور پریسیڈنٹ صاحبان کا مجمع ہوتا ہے۔ اور دوسرے اہل الرائے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس کانفرنس میں بعض اہم قومی معاملات پیش کئے جاتے ہیں۔ یا کئے جانے چاہئیں۔ اس مرتبہ کانفرنس میں دو امر پیش کرنے تجویز ہوئے تھے۔ جنکی اطلاع دسمبر ۱۹۱۰ء کو رسالہ ریویو میں شائع کیگئی تھی۔ کانفرنس کے وقت بوجٹ سال رواں بھی پیش ہوا احمدیہ کانفرنس ایک ضروری عنصر قومی مذاق پیدا کرنیوالے اسباب کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس پر کافی توجہ نہیں کیجاتی۔ سال بھر تو کانفرنس کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ اور سال کے آخر یا جلسہ کے قریب اسکا اعلان دیدیا جاتا ہے۔ احمدیہ کانفرنس میں کل انجمنوں کے وکلاء میں سے صرف مولوی عزیز بخش صاحب چوہدری غلام احمد خانصاحب۔ بابو فرزند علی صاحب۔ میر حامد شاہ صاحب۔ اور منشی ذوالفقار علیخان صاحب نے عملی حصہ لیا۔ اور باقی احباب صرف سنتے رہے کہ کیا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حالانکہ ہر انجمن کے ممبروں کی تعداد میں اضافہ کا سوال کہانتک قابل لحاظ ہوسکتا ہے؟ جبکہ قومی معاملات پر رائے زنی کی یہ حالت ہو صدر انجمن کیغرض احمدیہ کانفرنس سے یہی ہے کہ لوگوں میں قومی معاملات کے متعلق دلچسپی کا مذاق پیدا کرے اور ادھر یہ حالت ہو کہ جمودی رنگ اختیار کیا جاتا ہے۔ آئندہ احمدی انجمنوں کو ضرور ہے کہ وہ اس کانفرنس کے اغراض کو مفید اور عملی طور پر موثر بنانے کی کوشش کریں۔ مولوی عزیز بخش صاحب نے ایک نہایت ہی قابل قدر تجویز پیش کی کہ ایک واصل باقی نویس صدر میں تجویز کیا جائے جو انجمنوں کے بقایا کا مطالبہ کرتا رہے۔ اس تجویز پر کسیقدر بحث ہوئی۔ مگر میں یہی کہونگا کہ غلط فہمی کی بنا پر ایسی عمدہ اور قابل قدر تجویز رہ گئی جو قومی معاملات پر کمی تدبر کا نتیجہ ہے۔ اسی تجویز کے ماتحت میں ہوئی ایک تجویز میں نے الحکم کی کسی اشاعت میں کی تھی کہ ایک تنخواہ دار انسپکٹر رکھا جائے۔ جو دورہ کرکے انجمنوں کے سلسلہ کو منتظم کرے۔ اور چندوں کی وصولی وغیرہ کا کام بھی کرے۔ اسکی ضرورت اب بھی ہے۔ اور آئندہ عملی طور پر انجمن کو اس پر غور کرنا پڑیگا۔ میری دانست میں شاید یہ زیادہ موزوں ہوگا کہ اگر ایک اسسٹنٹ سکرٹری تنخواہ دار رکھا جائے تو وہ اس قسم کے کاموں کو انشاء اللہ عمدگی سے کرسکے۔ بہر حال یہ باتیں ایسی ہیں کہ ان پر غور ہونا چاہیئے۔ اور آئندہ احمدی کانفرنس کو زیادہ مضبوط اور کار آمد چیز بنانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

سادہ سنگت کا جلسہ

سادہ سنگت کا جلسہ بھی سالانہ جلسہ کے ضمن میں ہوگیا ہر روز رات کے وقت سادہ سنگت کے نہایت قیمتی اور قابل قدر ممبر شیخ عبدالرحمان صاحب جالندھری۔ مدرسہ کے احاطہ میں جلسہ ہائے وعظ منعقد کرتے رہے۔ ایک خاص جلسہ بھی کیا گیا۔ جس میں سادہ سنگت کی کارروائیوں کی رپورٹ ایڈیٹر الحکم نے شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مہاجر سرساوی سکرٹری سادہ سنگت کی علالت کیوجہ سے پیش کی۔ اور بتایا کہ سادہ سنگت نے سالگذشتہ میں ایسا کام کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید کا خاص نمونہ ہے سادہ سنگت واعظین کی ایک جماعت پیدا کرچکی ہے قابل خدا کے فضل سے ہوگئی ہے اور سالگذشتہ میں قادیان اور اسکے مضافات میں جو واعظین نے کام کیا ہے اسکا بھی مختصر ذکر کیا۔ اور کہا کہ اور قادیان میں جو مہاجرت ہوئے ہیں انکی رپورٹ پیش کی سادہ سنگت کی اغراض کی تائید میں منشی ہاشم علی صاحب مشہور مجیر بزرگ نے بیس روپیہ اور جماعت منصوری نے بیس روپیہ کی دو بڑی رقمیں انجمن کو وصول ہوئیں۔ اور آئندہ سلسلہ تبلیغ کو اشتہارات کے ذریعہ وسیع کرنیکی تحریک کی گئی۔ جسپر چالیس کے قریب چندہ بھی ہوا۔ اس تحریک کو میں یہاں مختصراً ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی شریک ہو سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ آئے دن اشتہارات کے ذریعہ تبلیغ کرتے رہتے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں آپکے اشتہارات شائع ہوئے۔ مگر آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ قریباً بند ہے۔ اسلئے سادہ سنگت نے ارادہ کیا ہے کہ دور دراز ممالک اسلامیہ میں عربی۔ اور فارسی۔ اور دوسری زبانوں میں اشتہارات کے ذریعہ تبلیغ کرے۔ چنانچہ دو اشتہارات اس وقت تک بہیں جا چکے ہیں۔ جو افغانستان۔ ترکستان۔ جاوا۔ مصر۔ عرب روم۔ شام۔ وغیرہ میں بذریعہ ڈاک شائع کئے جاوینگے جو احباب ان اشتہارات کی تقسیم میں حصہ لینا چاہیں وہ خواہ دو پیسہ ہی ہوں۔ سادہ سنگت کے سکرٹری کے نام بھیجدیں ایسی تمام رقوم کی رسید الحکم میں درج کردیجاوے گی۔ اور خرچ کی تفصیل بھی انشاء اللہ دیجاوے گی۔

انجمن اصلاح راجپوتاں

انجمن اصلاح راجپوتاں جسکا پہلا اجلاس سالگذشتہ میں ہوا تھا۔ اس سالانہ جلسہ پر اسکے ممبروں نے بھی اپنا جلسہ کیا جلسہ کی کارروائی موصول ہونے پر درج اخبار ہوگی۔ چونکہ انجمن اصلاح راجپوتاں اپنے کام کو حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت کررہی ہے اور اسکی بڑی غرض نومسلم راجپوتوں میں اشاعت اسلام اور تعلیم اسلام ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ وہ اپنا کام کررہی ہے جو انشاء اللہ اپنے وقت پر مفید نتیجے پیدا کرے گی۔ چوہدری غلام احمد خان رئیس کاٹھ گڑھ اس کے پریذیڈنٹ اور چوہدری مولا بخش بھٹی احمدی اس کے سکرٹری ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مذہبی اور قومی خدمات

مندرجہ بالا عنوان سے لاہور کے معزز ہمعصر ملت میں ایک قابل قدر مضمون شایع ہوا ہے جس کو بنہایت عزت سے درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

ہم مسلمانوں میں جہاں اور بہت سی بدترین خصلتیں گھر کر گئی ہیں۔ ان میں سے ایک تعصب بھی ہے اور یہ ایک ایسی بری خصلت ہے کہ انسان کی تمام قسم کی خوبیوں اور نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے اگر ایک متعصب شخص کسی سبب سے ایک غلطی میں پڑ جاتا ہے تو بباعث تعصب کے وہ اس غلطی سے نہیں نکل سکتا کیونکہ اسکا تعصب اسکے خلاف کسی بات کے سننے سمجھنے اور اس پر تدبر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر وہ راہ مستقیم پر ہو تو اسکے فواید اور نیکیوں کو پھیلنے نہیں دیتا۔ اصل یہ ہے کہ ایک متعصب شخص میں عدل اور انصاف کی عمدہ ترین خصلت قطعاً مفقود ہوتی ہے بعض دفعہ انسان کسی دوسرے کی بات کو نہایت عمدہ سمجھتا ہے مگر تعصب کے باعث اس پر عمل نہیں کرنا چاہتا اور اسطرح جان بوجھکر برائی میں گرفتار رہتا ہے۔

اگر ہم اپنے مذہب اور عقیدے کو پکا اور مستحکم سمجھتے ہیں تو ہمارے لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم دوسروں کی باتیں سنکر دفعتہ ان کے قائل ہو جاویں۔ اور اگر ہم میں فی الحقیقت کوئی کمزوری ہے تو کیوں نہ ہم عقل خداداد سے کام لیکر دوسرے لوگوں سے خواہ وہ کسی طریقے کے ہوں فواید حاصل کریں۔ کیونکہ نیکی مومن کا کھویا ہوا خزانہ ہے۔ جہاں وہ ملے اسے حاصل کرنا چاہیئے۔ اور بقول شیخ سعدی رح سے

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نوشتست پند بر دیوار

ہمیں نیکی اور علم کے حاصل کرنے میں تنگدلی اور نفرت کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جو قوم ذرا ذرا سی باتوں میں تعصب اور تنگدلی کا اظہار کرتی ہے وہ کبھی دین و دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مذہبی طور پر غیر متعصب شخص اپنے مذہب کا ہمیشہ سچا اور حامی اور دوست ہوتا ہے۔ اسکی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے اور اس سچے مذہب کے اصولوں کو دلیلوں سے ثابت کرتا ہے۔ مخالفین کی باتوں کو صبر اور تحمل سے سنکر ان کے دفعیہ کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے خلاف ایک متعصب شخص اپنے مذہب کا نادان دوست ہوتا ہے۔ اور اپنی جہالت سے مذہب کو سخت نقصان پہونچاتا ہے اور اس تنگدلی کے باعث بداخلاق مغرور اور سختدل ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے اعتراضات کو جو اس کے مذہب پر ہوں سننا یا مشہور کرنا پسند نہیں کرتا جسکے باعث مخالفین کے اعتراضات بلاجواب رہ جاتے ہیں اور مخالفین کی فتحیابی اور میدان جیت لینے کا باعث ہوتے ہیں۔ تعصب کا سب سے بڑا نقصان جسکا بدنتیجہ ہم مسلمان آجکل بھگت رہے ہیں یہ ہے کہ جب تک یہ بدخصلت دور نہ ہو ہم کوئی ہنر کمال، تربیت شائستگی۔ تہذیب و انسانیت حاصل نہیں کرسکتے۔

انسانی ترقیات کے روکنے اور انسان کے روحانی اور اخلاقی قواء کو برباد کرنے کیلئے شیطان رجیم کا سب سے بڑا ہتھیار تعصب کو مذہبی رنگت سے دلمیں ڈالنا اور اس تاریکی اور لعنت کے مجسمہ کو روشنی کا فرشتہ دکھا کر بیکانا ہے ہماری قوم کیوں روحانی اور مادی ترقیات میں قدم نہیں بڑھا سکتی اسلئے کہ وہ متعصب اشخاص کے پھندے میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے۔ جو ریفارمر دینی یا دنیوی اصلاحات کا بیڑا اٹھاتا ہے اسکی بہت بری طرح مخالفت کیجاتی ہے۔ اللہ تعالے مغفرت کرے سرسید احمد کو جس نے مسلمانوں میں مادی ترقی کی روح پھونکنے کیلئے سرتوڑ کوششیں کیں۔ اور آخر اسی دھن میں وہ فدا ہو گیا۔ اللہ تعالے اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ہماری قوم کے متعصب لیڈروں سے اس نے کیا کچھ نہ سنا۔ کافر۔ ضال۔ اور مضل کہلایا۔ منبروں پر چڑھ چڑھ کر اس پر تبرے بازی کیگئی۔ اسکی زندگی میں نہیں۔ مگر اسکی رحلت کے بعد قوم کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے بتدریج اسکی نیک کوششوں کی قدردانی شروع کر دی ہے۔ مگر ابھی اس حد تک نہیں جتنی کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ محمڈن یونیورسٹی سکیم نامکمل حالت میں قوم کی ناقدردانی پر زندہ گواہ موجود ہے جوں جوں زمانہ گذرتا جائیگا توں توں مسلمان اپنے محسنوں کے احسانات کو یاد کر کے قدم بڑھاتے جاویں گے اور آخر اپنی غلطیوں پر نادم ہوں گے۔ کیونکہ بقول ایک بزرگ فنافی القوم کے ہماری قوم مردہ پرست ہے۔ زندگی میں مصلحان قوم کی آوازوں کو حقارت سے دیکھتی ہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کی پرستش شروع کر دیتی ہے۔

اوایل اسلام سے آجتک اسکا یہی وتیرہ رہا ہے حضرت عثمان رض حضرت علی رض حضرت امام حسن و حسین رض کن کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ انہی کے ہاتھوں سے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل تھے۔ حضرت امام اعظم رح امام شافعی رح امام احمد رح حنبل رح۔ امام مالک رح امام بخاری رح۔ حضرت غوث اعظم رح حضرت مجدد الف ثانی رح وغیرہ بزرگان دین کن کے ہاتھوں سے ستائے گئے؟ مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔ اور بہر علماء ظاہری۔ اور شاہان اسلام کے ہاتھوں سے جنہوں نے معارف قرآنی کو جو ان بزرگان دین نے لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ نہ سمجھ کر ان کو کافر۔ مرتد۔ بے دین وغیرہ کے خطاب دیئے۔ مگر آج دیکھو کہ ان بزرگان کا نام کس عزت سے لیا جاتا ہے۔ کاش کہ مسلمان اب بھی سنبھل جائیں اور اپنے مصلحان کی اصلاحوں کو نظر حقارت سے دیکھنے کی بجائے انکی قدر کریں۔ اگر کچھ اختلاف پائیں تو حسن ظنی سے کام لیکر حوالہ بخدا کریں۔ مگر جہاں تک ان کی اصلاحوں کو قوم کے مفید مطلب خیال کریں۔ اپنے مضبوطی سے قدم مارں تاکہ مسلمان ترقی کے راستے پر چل کھڑے ہوں۔

موجودہ نسل کے مصلحان قوم میں سے ایک عظیم الشان مصلح مندرجہ عنوان بزرگ ہے۔ اس میں ایسی ایسی قابلیتیں تھیں جو معمولی لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور اس کے دل میں اسلام کا ایک خاص درد تھا۔ اور جسکی عمر اشاعت اسلام میں صرف ہوئی اور اس کی کوششیں اسلام کے دشمنوں کے خلاف بار آور ہوئیں اور جس نے ایسے ایسے محکم اصولوں سے اپنے خصم پر حملہ کیا۔ کہ وہ ششدر رہ گئے۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ اس دنیا سے ہمارے سامنے رخصت ہو گیا باوجود کئی باتوں پر غیر متفق ہونے کے بزرگان اسلام کے نزدیک اس بزرگ کی مذہبی اور قومی خدمات اس لائق ہیں کہ انکا بڑے جوش سے اعتراف کیا جاوے اور تعصب کے پردے کو ہٹا کر اسکی تعلیم کا ایک نہایت روشن پہلو دکھایا جائے چونکہ عام طور پر اس بزرگ قوم کی نسبت ایک بدظنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور عوام بلکہ خواص بھی اس کی مذہبی اور قومی خدمات سے بالکل ناواقف ہیں۔ اسلئے ہم اسکی ان خدمات کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں ہمارے بیان کو یکطرفہ یا تعصب پر مبنی خیال نہ کیا جاوے بلکہ اگر اسکی ان خدمات کے بیان کرنے میں ہم نے کہیں مبالغہ سے کام لیا۔ تو ہم بڑی خوشی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرنیکو تیار ہیں۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ جو شخص جس درجہ کے لائق ہے۔ اس سے ایکقدم بھی آگے بڑھایا گھٹایا نہ جاوے۔

مرزا غلام احمد صاحب رح مرحوم کا قلم سحر تھا۔ اور باوجودیکہ ایک سخت امراض میں مبتلا ہونیکے جتنا تحریر کا کام اس شخص نے کیا۔ اور جسقدر اثر اسکی تحریرات نے مذہبی دنیا میں پھیلایا۔ اسکے لحاظ سے اسے سلطان القلم کہنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ یہ بزرگ دماغی عجائبات کا ایک مجسمہ تھا۔ اور اس کی زبان میں وہ تاثیر تھی کہ اسکے مخالفین کو بھی سحر کا دہوکا ہوتا تھا۔ کہ جس نے ایکدفعہ اسکی کلام سنی وہ اسی کا ہی ہو رہا۔ قریباً چالیس برس تک کیلئے یہ بزرگ قوم مذہبی دنیا کے ایک زلزلہ اور طوفان رہا۔ ایسے لوگ جنسے مذہبی یا عقلی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں۔ اور جب آیا کرتے ہیں دنیا میں ایک بھاری انقلاب دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ ہی سفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا۔

مرزا صاحب مغفور کی یہ خصوصیت کہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جسنے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پایمال بنائے رکھا آیندہ بھی جاری رہے اور اگر شورپختی مزاہم صلح و احسان نہ ہو تو یکجہتی کے ساتھ مشترک فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامع اسلامیہ کے مبارک اصولوں کیساتھ۔

مرزا صاحب اس پہلی صنعت عشاق میں نمودار ہوئے جس نے اسلام کیلئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساختہ مقصود سے لیکر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہد رعنا کے پیمان وفا پر قربان کر دیئے۔

مرزا صاحب مغفور کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ

پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کرچکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کرچکا ہے ہمیں واسطے تسلیم کرنی پڑتی ہے اسلئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے بھول نہیں سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی متواتر یورشوں میں گھر کر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کیطرف سے عالم اسباب و وسایط میں حفاظت کا واسطہ ہوکر اسکی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں سسک رہے تھے ایکطرف حملوں کے زور و شور کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام شمع عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھکر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گرمی کے لئے ٹوٹ پڑی تھیں اور دوسری مدافعت کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ تیر بھی نہ تھے ۱۸۵۷ء کے غدر کیوجہ سے مسیحی آبادیوں انگلستان وغیرہ میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹیکل طوفان بپا تھا۔ جس سے پادریوں نے بہت بھاری فایدہ اٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کی بیرائی عارضہ قلب کا جو اسلام کے خود رو سر سبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے انہیں نسلاً بعد نسل منتقل چلا آتا تھا درمان ہوجاتے کہ یکایک مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جسکا ایک خاص حصہ مرزا صاحب مغفور کو حاصل ہؤا۔ اس زبر مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئے۔ جو سلطنت کے سایہ میں ہونیکی وجہ سے حقیقت میں اسکی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اسکے اس زیادہ خطرناک اور محقق کامیاب حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا۔

جناب مرزا صاحب نے میدان میں نکلتے ہی مخالفین و مجاہدین حملہ آوروں کو للکارا۔ اور سب سے پہلے براہین احمدیہ نام کتاب لکھکر دشمنان اسلام کی کمریں توڑ ڈالیں۔ اور ایک ایسا کاری حربہ اُنپر چلایا کہ سب دم بخود رہ گئے۔ اور ہر ایک کو چوکڑی بھول گئی۔ بجائے لینے کے دینے پڑ گئے۔ یہ کتاب حقیّت اسلام اور سچائی عقاید اسلام اور نبوۃ محمدیہ کو ایسے بیّن دلایل سے ثابت کرتی ہے کہ کسی مخالف اسلام کو بشرط انصاف ماننے میں تامل نہیں رہتا۔ چنانچہ اس عظیم الشان اور بےنظیر کتاب کی ضرورت کے متعلق خود مصنّف کے الفاظ یہ ہیں۔

"شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گذرے کہ جو ابتک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہوچکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخاصمین کےلئے کافی نہیں ہیں؟ کہ اس کی حاجت ہے۔ لہذا اس بات کو میں بخوبی منقوش کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فواید میں بڑا ہی فرق ہے۔ وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں۔ اور ان کی وجوہات اور دلایل بھی وہیں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کےلئے کفایت کرتی ہیں۔ اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں مگر ان سے وہ خاص قوم فایدہ اٹھا سکتی ہیں جن کے مقابلہ پر وہ تالیف ہائی ہیں۔ لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیت اسلام اور سچائی عقاید اسلام کی ثابت کرتی ہے۔ اور عام تحقیقات سے حقانیت قرآن مجید کی بپایہ ثبوت پہنچاتی ہے۔ الخ"

اسی کتاب کے جواب کیلئے مصنّف صاحب نے ۱۸۷۹ء میں ایک اشتہار انعامی مبلغ دس ہزار روپیہ چھپوا کر مخالفین اسلام کے درمیان شایع کیا تھا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

اشتہار۔ انعامی دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت کتاب کی فرقان مجید سے ان دلایل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہمنے لکھے ہیں۔ ثابت کر دکھائیں۔ یا اگر الہامی کتاب ان کی ان دلایل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونیکا اپنی کتاب میں اقرار کرکے ہماری ہی دلایل کو نمبروار توڑ دیں" الخ۔

گو مندرجہ بالا اشتہار ۱۸۷۹ء سے عام شایع ہورہا ہے مگر کسی مخالف کو اس کے جواب کی ہمت نہیں پڑی۔ اور سب نے اپنی عاجزی کا اعتراف کرلیا۔ اس کتاب کو تصنیف کرکے مرزا صاحب نے قوم پر جو احسان کیا ہے وہ ہم ان کے ایک ہمعصر عالم کے الفاظ میں یہاں لکھدیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو اس کتاب کی اہمیت کا پتہ لگ جاوے۔ چنانچہ وہ عالم لکھتا ہے:۔

"اس کتاب کے چار حصّے طبع ہوکر ہماری نظر سے گذرے ہیں ہم قبل اس کے کہ اس پر رائے زنی کریں۔ اس کے اکثر مطالب کی تلخیص مناسب سمجھتے ہیں۔ تا کہ بحکم آنکہ مشک آنست کہ خود ببوید۔ نہ کہ عطار بگوید۔ اس کتاب کی خوبی خود اس سے ظاہر ہو اور جو کچھ ہم اسکی نسبت لکھیں اس میں کسی کو مبالغہ کا گمان نہ ہو اس کے حصّہ اول میں تو صرف سبب تالیف بیان ہوا ہے اور اس کتاب کے جواب پر دس ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار بقلم جلی درج کیا گیا ہے۔ اس اشتہار کی نسبت ہم یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ مولف کی کمال ثابت قدمی اور عالی ہمتی پر دلیل ہے اور مخالفین اسلام پر خدا تعالی کیجانب سے کامل حجت ہوئی ہے۔ ...... (بعد تلخیص عالم مذکور لکھتا ہے) "یہ کتاب کا خلاصہ مطلب ہے۔ اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اور اسکا مولف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی۔ لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتادے۔ جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مالی جانی۔ علمی۔ لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوی کیا ہو۔ کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرلے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہے الخ" (اشاعۃ السنہ ۱۸۸۴ء)

میرے خیال میں ایک منصف مزاج کیلئے اس کتاب میں ایک سچی روشنی پائی جاتی ہے انہی وجوہات کے باعث موجودہ زمانہ میں یہ کتاب بطور مذہبی کورس کئی چوٹی کی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اور آئندہ زمانہ میں اس کے فواید کا دایرہ اور زیادہ وسیع ہوتا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس میں ذرا شک نہیں کہ مرزا صاحب نے یہ کما حقّہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام اپنے حریفوں کا خواہ ان کے ساتھ زندہ اقوام کا پولیٹیکل جذبہ بھی شامل ہو ہمیشہ سے فتح نصیب رہا ہے۔ اور انشاء اللہ دنیا کے آخری سانس تک رہیگا۔ انہوں نے مدافعت کا پہلو بدلکر مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔ اور اگر آج ہم اپنے نئے اور پرانے اختلافات سے قطع نظر کرکے محض اسلام کی خدمت غایۃ المقصود قرار دے لیں تو یقیناً وہ وقت بہت جلد آجائے کہ یورپ و امریکہ جو اس وقت ایک انسان کو خدا ماننے کے عقیدہ کی زور و شور سے اشاعت کر رہے ہیں۔ ان کے گھر وحدانیت کے نور سے بھر جاویں۔ اور ناقوس کے بدلے یورپ اور امریکہ کے گرجوں سے "اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ کا پاک نعرہ گونجنے لگے۔"

ہر چند پادریوں کے گروہ نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ایک تومار کھڑا کر دیا ہے۔ مگر کاغذی تودوں کیلئے صرف چند شرارے کافی ہیں۔ جناب مرزا غلام احمدؐ صاحب کا لٹریچر ان کاغذی توماروں کیلئے توپ و گولہ کا کام دیتا ہے۔ اور طالبان حق کیلئے چشمہ راحت ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ابتک جتنے اعلیٰ اور بےنظیر مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ مرزا صاحب کے اصول مناظرہ کے مطابق یوروپین لوگوں کی نظروں سے گذرے ہیں۔ انہوں نے یورپ کی مذہبی دنیا میں ہلچل مچادی ہے۔ اور پادریوں کے گروہ ماتم زدہ نظر آرہے ہیں۔ ان مضامین نے کثیر التعداد یوروپین لوگوں کو اسلام کے روحانی چشمہ سے سیراب کر دیا ہے اور ابھی اس کا فیض جاری ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالے مسلمانوں کو ایسے رسالہ جات کی قدر دانی کی توفیق عطا کرے۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمات اسلامی آیندہ نسلوں کو ہمیشہ کے لئے ممنون احسان رکھیں گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کے لئے بطور سپہ سالار کے کھڑے ہوکر اسلام کیطرف سے پورا پورا فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایک ایسا عظیم الشان لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ انکے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قایم رہیگا۔

علاوہ نصرانیت کی خاص طور کی تردید کے مرزا صاحب نے آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنیمیں اسلام کی خاص طور پر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے بانئے آریہ سماج پنڈت دیانند کی زندگی میں اس کا تعاقب کرکے اسکا قافیہ تنگ رکھا۔ اور اپنے مرنے دم تک برابر آریہ سماج کی خوفناک اور زہر آلودہ تعلیم کی تردید میں مصروف رہے۔ یہانتک کہ اپنی وفات سے صرف ۱۴ یوم پہلے کہ ایک مبسوط کتاب بنام "چشمہ معرفت" تین چار سو صفحوں کی آریہ سماج کے تمام اعتراضات بر تعلیم قرآن اور اسلام کے جواب میں لکھی۔ اور قرآنی تعلیم کی عظمت اور ویدک تعلیم کی کمزوریوں کو پُر زور الفاظ میں طشت ازبام کر دیا۔ "سرمہ چشم آریہ" ایک ایسی کتاب لاجواب لکھی جسکے بارہ میں ایک عالم اور مناظر مولوی نے جو خود کئی سو کتابوں کا مؤلف ہے۔ مندرجہ ذیل رائے لکھی ہے:۔

ایک مشہور سیاح و ہیئت داں نے جو گفتگو جناب مرزا صاحب سے در بارہ روح وغیرہ کی۔ ان کے جوابات سنکر وہ ایسا خوش ہوا کہ کہاں تو یسوع مسیح کی خدائی کا مدعی تھا۔ اور کہاں چند گھنٹوں کی ملاقات سے اس عقیدہ سے بیزار ہو گیا۔

اشاعت اسلام کا اسقدر جوش مرزا صاحب میں تھا کہ انہوں نے بلا تامل ۱۸۹۷ء میں جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو جوبلی کے موقعہ پر بذریعہ کتاب تحفہ قیصریہ اور ستارہ قیصرہ ہند پیغام دعوت دیدیا۔ جن کے پڑھنے سے آپکی اسلامی ہمدردی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے ہندوستان آج مذاہب مختلفہ کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں۔ اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں ملتی۔ مرزا صاحب کا دعوے تھا کہ وہ ان سب کیلئے حکم و عدل ہیں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی آریہ سماج کی بڑھتی ہوئی منہ زوریوں اور دل آزار تحریروں کے انجام کو سوچکر اور ہندوستان کو موجودہ نفاق و بد مزگی سے بچانیکے لئے مرزا صاحب نے ۱۸۹۵ء میں ایک درخواست تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کیلئے دی۔ اور اگر ہماری خوش قسمتی سے وہ منظور ہو جاتی۔ تو آج ہندو مسلمان آپسمیں ایسے نہ بگڑتے جیسے کہ اب ہم دیکھتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ آخر کار یہ سب اقوام اسی بات پر رضامند ہو جائیں گے۔ جو کہ مرزا صاحب نے آج سے پندرہ سال پہلے تجویز کی تھی وہ درخواست ان الفاظ میں شروع ہوتی ہے:-

"یہ درخواست مسلمانان برٹش انڈیا کیطرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ۔ اس غرض سے بھیجی گئی ہے۔ کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو ان ناجائز جھگڑوں سے بچانیکے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع بیقیدی اُن میں طوفان کیطرح نمودار ہو گئی ہے۔ دو مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرمادیا جائے۔ اور اسی طرح اس وسعت اور بیقیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جائے۔ جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہے۔ جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے۔ کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے اوپر وارد ہوتا ہو یعنے اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے۔ جسکا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرِ شان ہو۔ جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالیٰ کیطرف سے ملتے ہوں۔ تو اس کو اس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جائے۔ کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے۔ کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمائی جائے۔ جو ان کتابوں کی بناء پر نہو۔ جنکو کسی فریق نے اپنے مسلم اور مقبول کتابیں ٹھیرا کر اُن کی لکھی ہوئی فہرست اپنے ایک کھلے کھلے اعلان کیساتھ شایع کرادی ہو۔ اور صاف اشتہار دیدیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور میری مذہبی کتابیں ہیں۔ سو تم تمام درخواست کنندوں کی درخواست یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اسکی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے۔ اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا کسی دفعہ [illegible] سرکار سب کے سب سزایاب ہوتے رہیں۔ اور جن صورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے وہ بتفصیل ذیل ہیں الخ۔"

مندرجہ بالا درخواست اگر منظور ہو جاتی۔ تو کچھ شک نہیں مذہبی مناظرات اور مناقشات ایک اعتدال پر رہتے۔ اور کسی کو دوسروں کے بزرگوں کی توہین و تذلیل کا موقعہ نہ ملتا۔ اور باہمی رنجش بڑھنے نہ پاتی۔ مگر افسوس کہ عوام نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔ اور درخواست پر کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔

پھر سب سے پہلے ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب نے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی رخصت کی درخواست سرکار ہند میں دی۔ مگر اس وقت ایک ایک عالم نے اسکی سخت مخالفت کی حالانکہ اب اکثر افراد و اخبارات جمعہ کی رخصت پر زور دے رہے ہیں۔ غرض مرزا صاحب نے ہر ایک پہلو سے قومی اور مذہبی خدمات کے انجام دینے میں خاص طور پر کوششیں کیں۔ اور اگر عوام کے دلوں میں انکیطرف سے بدظنی نہ پھیلائی جاتی۔ تو وہ مسلمانوں کی کایا پلٹ دیتے۔ اور انکی اخلاقی اور روحانی امراض کے لئے ایک حکیم ثابت ہوتے۔ تاہم ایک منصف مزاج شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جو طریقہ مرزا صاحب نے قومی بہبودی اور ترقی اور امن عامہ کا تجویز کیا ہے وہی مسلمانوں کے خوفناک امراض کا ازالہ کرنیوالا ثابت ہوا۔ اور ہوگا۔ خدا کرے مذہبی دنیا میں اس شان کا اور شخص پیدا ہو۔ جو اپنی اعلےٰ خواہشات محض اسطرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کرے۔ مرزا صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں مندرجہ ذیل مضامین پر (۸۰) کتابیں لکھیں۔ جن میں سے بعض بہت مبسوط ہیں۔

(۱) رد جملہ مذاہب باطلہ میں براہین احمدیہ پانچ حصہ (۲) رد لرضائے میں گیارہ بے نظیر کتابیں (۳) حقیقت اسلام میں ۳۶ لاجواب کتابیں (۴) مختلف مضامین مذہبی میں ۲۵ کے قریب کتابیں لکھیں۔ آجکل کے فلاسفرانہ اور محققانہ مباحثوں اور مناظروں کے شائقین ضرور مرزا صاحب مرحوم کی کتب رد مذاہب باطلہ کا مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں کہ کسقدر عقلی اور نقلی دلایل پر صداقت اسلام کا ذخیرہ مرزا صاحب نے اُن کے لئے جمع کر دیا ہے۔

مضمون چونکہ لمبا ہو گیا ہے۔ اسلئے ہم ناظرین کا اور زیادہ وقت نہیں لینا چاہتے۔ مگر صرف یہ آرزو رکھیں گے۔ کہ وہ بھی اپنے بزرگوں سے قوم کو انٹروڈیوس کرانے کی کوشش کریں۔ جو مذہبی دنیا میں کوئی عمدہ کام کر رہے ہیں۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کس فرقہ سے ہیں۔ غرض صرف سچے خادمان اسلام سے روشناس ہونے اور ان کے خدمات سے فایدہ اٹھانے کی ہے۔ س

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ور نوشت است پند بر دیوار

(خاکسار ابو الفضل لاہور)

مختصر نوٹ

بہاولپور کے زمینداروں کی خوش قسمتی

جیسا کہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے بہاولپور جانے پر اپنے خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ زمینداروں کا بے زبان فرقہ انکی اصلاحی تجویزوں سے بہاولپور میں بھی فیض اٹھائیگا۔ اس کا سلسلہ شروع ہو گیا خان بہادر مرزا صاحب نے جناب مولوی رحیم بخش صاحب بالقابہ پریسیڈنٹ کونسل کے مشورہ سے بہاولپور میں ایک سنٹرل زمینداری بنک ایک لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے کھولا ہے۔ اسکی شاخیں کل ریاست میں پھیلائی جائیں گی اور اسطرح پر زمینداروں کو سود کے بار گراں سے نجات دلانے کی سعی ہوگی۔ بہاولپور اسلامی ریاست ہے اور اسکی کونسل کا پریسیڈنٹ ایک متدین مولوی ہے اور ان کے سوا انسپکٹر جنرل اور ایک اور ممبر کونسل اچھے عالم ہیں۔ اسطرح پر عملی رنگ میں زمیندارہ بنکوں کے متعلق جو سود کا جھگڑا پیدا کیا جاتا ہے۔ وہ دور ہو گیا ہے بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کی مساعی جمیلہ خدا کے فضل سے بہترین نتائج پیدا کرنے کی امید دلا رہی ہیں۔"

دربار تاج پوشی دہلی اور تاج برطانیہ کی فراخدلی

دہلی کے آئندہ دربار تاج پوشی کی تاریخ عشرہ محرم سے آکر مطابق ہوتی تھی اور اس سے اہل اسلام کے مذہبی فیلنگس کو گونہ صدمہ پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس بحث کو معزز ہمعصر روزانہ پیسہ اخبار نے اٹھایا اور اس کی تائید مختلف مقامات کی اسلامی انجمنوں اور دوسرے اخبارات نے کی۔ تاج برطانیہ نے نہایت فراخدلی سے اسپر غور فرمایا اور حضور ملک معظم کی وفادار رعایا کے مذہبی احساس کی قدر کی اور تاریخ تبدیل کردی۔ گورنمنٹ برطانیہ کی یہ عنایت اور نوازش مسلمانوں کی وفاداری کے جذبات میں تحریک ہونے والا اثر پیدا کریگی۔ اور فی الحقیقت ہم تاج برطانیہ کی کس کس مہربانی کا شکریہ ادا کریں اسلئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسی نیک نیت گورنمنٹ کو دینی اور دنیوی نعمتوں سے بہرہ ور کرے اور ہمارے سر پر اسکا سایہ رہے (آمین)

سر آغا خان اور مسٹر امیر علی کے ایڈریس اردو میں

شیخ عبد العزیز صاحب ایڈیٹر اویز رور نے مندرجہ حاشیہ دو تقریریں اردو میں ایک ایک لاکھ شایع کی ہیں یہ تقریریں جیساکہ ان کے نام سے

ظاہر ہے مسلمانوں کے مسلمہ پولیٹیکل لیڈروں کی ان تقریروں کا اردو ترجمہ ہے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس دہلی میں پڑھی گئی تھیں۔ ترجمہ نہایت قابلیت کیساتھ کیا گیا ہے اور مضمون کو پوری سلاست سے ادا کیا گیا ہے۔ اردو خوان مسلمانوں میں ایسی تقریروں کے ذریعہ مسلم لیڈروں کا فہم پیدا ہو سکتا ہے اور ان سے پالیسی کی راہ بیچو کی جا سکتی ہے۔ جو ہندوستان کے مسلمانوں کی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ شیخ صاحب نے اشاعت کے خیال سے برائے نام قیمت ان تقریروں کی مقرر کی ہے یعنے ایک کاپی ایک پیسہ کو، ۱۰۰ کاپیاں ایک روپیہ کو۔ اور ہزار کاپیوں کی قیمت دس روپیہ رکھی ہے تاکہ قوم کے غریب افراد بھی فائدہ اٹھائیں۔ میری دانست میں اگر فارغ البال مسلمان ایک ایک ہزار کاپیاں لیکر مفت تقسیم کر دیں تو اور بھی بہتر ہو گا۔

کلکتہ کا فساد عید اضحیٰ

عید اضحیٰ سے پہلے ہی کلکتہ کے فساد کی خبریں آ رہی تھیں۔ اور اندیشہ تھا کہ عید پر سخت فساد ہو گا۔ مگر فساد عید سے پہلے ہی ہو لیا۔ عید کو امن رہا۔ فساد کی جڑ ایک مسجد میں گلئے کی قربانی ہے جو وہاں قریباً نصف صدی سے ہوتی آئی۔ اور اب مارواڑیوں نے اس کو روکنا چاہا۔ فساد کے بانی کون ہیں، کس کی زیادتی ہے۔ ہندو مسلمان اخبارات اپنے اپنے مذاق پر ایک یا دوسرے فریق کو ملزم کر رہے ہیں۔ اسلئے میں اس بحث کو انہیں کے مشغلہ کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ میری دانست میں اس قسم کے فساد نہایت بیہودہ اور مذہبی نہیں اخلاقی کمزوری کا نتیجہ ہیں۔ جو حالات فساد کے متعلق انگریزی اخبارات سے معلوم ہوئے ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۔۔۔ ہو متیانند کو جو گیوؤ رکھشا کے متعلق لیکچر دے رہا تھا۔ کلکتہ سے نکل جانیکا حکم مقامی حکام کو دینا پڑا۔ میں اس جھگڑے کی جڑھ ایسے لیکچروں ہی کو سمجھتا ہوں۔ کلکتہ کے اس فساد کو ملک اور قوم کا کوئی خیر خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان افسوس کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے برگزیدہ امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پیغام صلح دیا تھا۔ اگر اس پر عملدرآمد ہو جاتا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس قسم کے فسادوں کا نام و نشان مٹ جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہندو لیڈروں نے توجہ نہ کی۔ میں مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے مذہبی حقوق کو ہاتھ سے نہ دیں اور گورنمنٹ نے خود مذہبی دست اندازی سے اپنے آپ کو الگ رکھا ہے۔ لیکن اگر وہ اس لحاظ سے کہ اسلام صلح اور آشتی کا دین ہے وہ اپنے ہمسایہ قوموں کے جذبات کا احساس کر کے گائے کی قربانی پر زور نہ دیں تو میرے اپنے خیال میں کوئی نقص واقعہ نہیں ہو سکتا لیکن ایک غلطی ہندوؤں سے بھی ہو رہی ہے۔ جو خواہ مخواہ گائے کی قربانی یا ذبح بقرہ سے چڑتے ہیں۔ وہ اسقدر احساس چھوڑ دیں۔ اگر ان کے مذہب میں گائے کی نسبت بڑی فضیلت ہے تو وہ اپنی جگہ جائز رکھیں کوئی انہیں منع نہیں کرتا۔ اور نہیں روکتا۔ وہ مسلمانوں سے کیوں الجھتے ہیں۔ بہرحال اس سوال پر ہندو مسلمانوں کے سر برآوردہ لوگوں کو غور کرنا چاہیئے۔ میں یہ بھی کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سوال کا حل پولیٹیکل لیڈروں سے نہیں ہو گا۔ بلکہ مذہبی لیڈر اس سوال کو حل کر سکیں گے۔ کیونکہ اس سوال پر جب جھگڑا اٹھتا ہے تو مذہبی حیثیت سے ہی اٹھتا ہے۔ اور اسکا بہترین حل وہی ہو سکتا ہے۔ جو ہمارے امام نے پیغام صلح میں کیا ہے۔ کیا مسلمانوں اور ہندوؤں میں صلح و آشتی کے خواہشمند اور امن عامہ کے دلدادہ اس سوال پر سوچیں گے؟

مذہب کو ایک کھیل بنایا گیا ہے

اسلام زندہ مذہب ہے اور اس کے نشانات صداقت ہر زمانہ میں اس کے برگزیدہ متبعین میں نمایاں رہے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خوارق اور اعجازی نشانوں کے ذریعہ کل قوموں پر حجت پوری کر دی ہے مگر پھر بھی مسلمانوں میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام کی صداقت مضحکہ خیز طریقوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی شاہ محمد صاحب مولوی فاضل ساکن قلعہ سبھاں سنگھ نے پنڈت دینا ناتھ اپدیشک آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب سے ایک معاہدہ کیا ہے کہ وہ تعویذات کے اثر سے پنڈت مذکور کو ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء تک بٹالہ کی ایک مسجد میں پہونچا دیں گے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو آریہ دہرم قبول کر لیں گے۔ اور اگر بلا لیں تو پنڈت دینا ناتھ مسلمان ہو جائیں گے۔ دونوں پہلوانوں کی مذہبی تحقیق اور تلاش حق کی سپرٹ کا اس سے پتہ لگتا ہے۔ کیا اسلام کی صداقت کے یہی نشان ہیں؟ قرآن مجید کی تعلیم اسکی اعجازی قوت۔ اسکی جامعیت اور معقولیت اسکی تعلیم کے پاک تاثیرات کو چھوڑ کر تعویذات کے ذریعہ اسلام کی حقانیت ظاہر کرنا ایک مضحکہ ہے۔ اور اگر پنڈت دینا ناتھ صرف اتنی ہی بات پر آریہ دہرم چھوڑنے کو طیار ہیں۔ تو مجھے یقین کرنا چاہیئے۔ کہ انہیں ویدک دہرم پر پورا یقین نہیں۔ فرض کرو اگر وہ بٹالہ پہونچا دیئے گئے تو جس قدر دلایل وہ اپنے خیال میں ویدک دہرم کی سچائی کے رکھتے تھے وہ نقش بر آب ہوں گے؟ میری سمجھ میں اس قسم کی بازیاں دور اندیشی اور طلب حق سے دور ہیں۔ یہ مذہب کو ایک بازیچہ اطفال بناتا ہے اس قسم کے مباحثات کا اثر دوسرے لوگوں پر کچھ نہیں پڑ سکتا۔

دارالامان کا ہفتہ

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کا زخم تو اب بالکل درست ہو گیا ہے مگر ابھی ضعف اور نقاہت باقی ہے جلسہ کے ایام میں آپ کو خصوصیت کیساتھ بہت کچھ بولنا پڑا۔ اور غیر معمولی محنت اور کوفت اٹھانی پڑی خدام کی ملاقات اور بیعت کا سلسلہ بڑے زور اور جوش سے جاری رہا علاوہ بریں دو دانت آپکو بوجہ تکلیف شدید نکلوانے پڑے۔ ان تمام اسباب نے جمع ہو کر آپ کو بہت ضعیف کر دیا۔ ۳ جنوری ۱۹۱۱ء سے آپکی طبیعت الحمدللہ اب بہت اچھی ہے لاکھوں انسانوں کی دردمندانہ دعائیں آپکی شفائے عاجل چاہتی ہیں۔ ایام جلسہ میں ایک غیر احمدی شخص حضرت کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے عرض کیا کہ جناب میں بحیثیت غیر احمدی ہونے کے آپکی صحت کیلئے بہت دعا کرتا ہوں اسلئے کہ آپکا وجود نافع الناس ہے آپ میرے لئے بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیکی کی توفیق دے۔ بہرحال حضرت کی طبیعت اب اچھی ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ زخم بھر چکا ہے۔ احباب دعائیں کریں کہ اللہ تعالے آپ کو بہت جلدی طاقت و توانائی عطا فرمادے (آمین)

۲۔ صدر انجمن کے عہدہ داران کا انتخاب سالانہ ہو گیا ہے اور نہایت ہی خوشی کی بات ہے کہ اس مرتبہ اس غلط فہمی کا کما حقہ ازالہ ہو گیا جو کبھی کبھی بعض افسوسناک نتایج کا موجب ہو جاتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح چونکہ صدر انجمن اور سلسلہ کے مطاع اور امام مفترض الطاعۃ تھے نہ کہ میر مجلس اسلئے آئندہ میر مجلس کے عہدہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت کے قایممقام مقرر ہوئے۔ اور کونسل ٹرسٹیوں کے جو رہو ہیں عمر کا سوال بھی قابل غور ہے جو انشاء اللہ اپنے وقت پر طے ہو جائیگا۔

۳۔ شروع سال کے ساتھ ہی بارش کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ امسال سردی پہلے ہی غیر معمولی پڑ رہی ہے۔ ہفتہ زیر اشاعت میں دو تین دن لگاتار اس کثرت سے بارش ہوئی ہے کہ برسات میں بھی ایسے نمونے بہت ہی کم دیکھے گئے ہیں۔ پچاس پچاس برس کے بوڑھے بیان کرتے ہیں۔ کہ اس زور کی بارش سردیوں میں کبھی نہیں دیکھی۔ اینٹوں کا کام جو بڑا ہر بڑی ہوئی تھی۔ افسوس ہے اسے کسقدر نقصان پہونچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بڑی سرعت اور مستعدی کیساتھ بہت کو نقصان سے بچانیکی کوشش کیگئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ جلد انتظام ہو گیا۔

۴۔ مدرسہ تعلیم الاسلام رخصتوں کے بعد کھل گیا ہے۔ مدرسہ احمدیہ کا انتظام اب بہترین پیمانہ پر آگیا ہے۔ کیونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سپرد کیا گیا ہے۔ بورڈنگ ہوس بھی الگ ہو گیا ہے جسکے لئے جدا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ احباب اس مدرسہ کی سرپرستی خصوصیت سے کریں۔ طلبا کو بھیجیں اور اسکی امداد کیلئے اپنے مالوں کو نثار کریں۔

ہندو مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش!

سر ولیم ویڈربرن جو امسال کانگرس کے صدر تھے۔ اور ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہندو مسلمانوں میں اتفاق ہو اس کے لئے ایک جلسہ الہ آباد میں ہوا ہے۔ جسکی کارروائی ابھی مخفی ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ایسی کوششوں کو مبارک سمجھتا ہے۔ لیکن یہ کہنا ہرگز بیجا نہیں کہ اتفاق کی تمام کوششیں اسی نقطہ پر آخر کار ٹھیر جائیں گی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام صلح میں بتایا ہے۔ بہرحال اس اتفاق و اتحاد سے سب سے زیادہ خوش ہونے والا سلسلہ عالیہ احمدیہ ہے جسکے امام کی مساعی بار آور ہونے لگی ہیں۔

ایک مبارک تقریب

میرے محترم خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ریونیو ممبر بہاولپور کے خلف الرشید مرزا عزیز احمد بی۔ اے احمدی کی تقریب تودیع دلہن وولیمہ ہو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۰ء کو بمقام لاہور عمل میں آئی۔ ۲۹ کو مرزا عزیز احمد دلہن کو لیکر قادیان پہونچے اور سب سے پہلا کام جو قادیان میں اس مسعود جوڑے نے آکر کیا وہ دلہن کی احمدی سلسلہ میں بیعت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ہاتھ پر عزیز دلہن نے بیعت کی اور اس طرح اس مبارک زندگی کا آغاز نہایت پاک تقریب اور دعاؤں سے شروع ہوا۔ اللہ تعالے اپنی برکتوں سے اس جوڑے کو مالامال کرے۔ (آمین) ن۔

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہو گئے؟

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہوں۔ میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپیہ کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی۔ اور آج تک دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے ایک دفعہ میری اس ایجاد کا استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کے واسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری [illegible] یوم کی آمدنی ۸۸۳ روپے تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک کوئی دوائی نہایت مفید نہ ہو اسکی [illegible] قدر کثرت سے [illegible] ہے بقول حضرت [illegible] کہ وہ شخص [illegible] نصیب ہے جو جنگ روح حیات کے تجربہ فوائد اور نہایت عمدہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ [illegible] روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے۔ کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب بہادر لفٹننٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ دار و دیگر اصحاب نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دے کر [illegible] کو دے یا فاسفورس کو چمکا کر خون صالح کثرت سے پیدا کر کے اعصاب کی سستی کو اپنی بجلی کی لاگ سے چاق و چوبند کر کے ہر انسان کو ایسا صحیح و تندرست بنا دیتا ہے کہ پھر حوادث زمانہ اگر تلوار بن کبھی ماریں تو کبھی پٹ ہو کر بے آب ہو جاویں۔ ہندوستان و انگلستان اور ممالک غیر کے بہترین [illegible] ڈاکٹروں۔ میڈیکل کالج کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داران سلطنت کے سرٹیفکیٹوں اور باوجود امتیازانہ مدت کے استعمال ہونے پر بھی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۳ روپے روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے جو یہ نتیجہ نہ نکالے کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا ہمیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عامل ہونے سے جو لوگ مرض کمزوری اعصاب پیدا کر کے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں ان کے لئے روح حیات تریاق کامل تیر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی ایک طاقت افزا غذا ہے۔ یہ وہ مقوی روح ہے جو دو یوم میں ہی قوت رجولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ چہرے پر رونق و بیداری حاصل ہوتی ہے۔ قوت باہ حالت طبعی پر آجاتی ہے۔ [illegible] امراض جو کثرت خواہشات اور طفولیت کی ناجائز حرکات سے لاحق ہو گئی ہوں ان کے دفعیہ کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی۔ ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ سرعت۔ رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ۔ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کے واسطے روح حیات بمنزلہ تریاق ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری۔ بے رونقی اور زردی چہرہ کے لئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دی جائے تو بجا ہے۔ حق ہے [illegible] اس کا اثر خاص [illegible] قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوانمرد۔ جوان کو [illegible] اور بوڑھے کو صاحب کار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ [illegible] کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات دو روپے آٹھ آنہ (عہ)

روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی روغن دافع سستی موجود ہے جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں پٹھوں کی سستی۔ اور لاغری۔ بے ڈولی وغیرہ دور ہو کر معزولہ طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ مایوس مریضان نامردی کو مرد کامل بنا دیتا ہے۔ اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی شیشی کلاں چار روپے چار آنہ (للعہ)۔ شیشی خورد دو روپے دو آنہ (عہ) +

یہ دو دوائیں۔ حکیم محمد شریف [illegible] ڈاکٹر [illegible] شفاخانہ عام لاہور سے طلب کریں + —

کلکتہ کی مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

فصلی بخار۔ اور طحال کی دواء

یہ دوا چھبیس برسوں سے سارے ہندوستان میں استعمال کی جاتی ہے۔ اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور سب قسم کے علاج کر کے تنگ گئے ہوں۔ تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر آزمایش کیجئے۔ اس دوا میں چند فائدے لاجواب ہیں۔ یہ ملیریا کے کیڑوں کو مارتی ہے اس لئے اس کی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اس کی خرابیوں کو مٹاتی ہے اور تلی کو گھلاتی ہے۔

قیمت بڑی شیشی (۱؎) محصولڈاک دو شیشی ۸ر

قیمت چھوٹی شیشی (۸ر) محصولڈاک دو شیشی ۶ر

داد کا مجرب مرہم

ایک مرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی ہے۔ دو تین مرتبہ کے لگانے سے ایک دم اچھا ہو جاتا ہے۔

قیمت فی ڈبیہ چار آنہ (۴ر) محصولڈاک ایک سے ۲ تک ۵ر بارہ ڈبیہ ۲ر

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن ۵۵و۶۶۔ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی و طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الامان۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں ہی سے نہیں چلتا ہم پہلے دو معت دوا دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی دھوکا ہے توائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون طیار کی ہے جسکے چند روز کے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاءاللہ فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کیلئے انشاءاللہ تعالیٰ مفید ہے ہمارا کام یہ نہ بتا کہ لکھ مارین کہ جواہرات کو طیار ہوتی ہے اول مفت منگائیے پھر اگر فایدہ ہو تو طلب فرمائیے قیمت فی بکس عہ ر طلاء طلسمی پرانہ سالی کے اثر اور جوانیکی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی کی نوبت پہونچتی ہے ہمارے اس طلاء طلسمی فائدہ اوٹھائیں اور معجون طلسمی کھائیں انشاءاللہ اسکو پائیں قیمت ۲ ماشہ عا سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا اور قوت بصارت بڑھانیوالا قیمت فی تولہ ۸ر سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنیوالا دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے قیمت فی بکس

المشتھر حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ مطب گڑگدہ ضلع دہلی

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شایع ہوا

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

"تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا جبتک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے۔ اس میں با محاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپکی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں

ان کو آپ نے اب تک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں کہ اس میں **نور ہدایت۔ اور شفا ہے** ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ۔

نوٹ:- سات پارے تیار ہیں جو ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ناظرین ہو رہے ہیں۔ ساتوں کے اکٹھے خریدار سے سات روپیہ۔

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے درخواست کرو۔

ہمارا گذشتہ اور نیا سال

ہماری زندگی کا ایک سال اور گزر گیا۔ بعض کے خیال میں گزرنیوالا سال ہماری عمر کے بڑھانیوالا ہے۔ مگر امر واقعہ یہی ہو کہ یہ دور عمر کو بڑھانے نہیں بلکہ گھٹانیوالا ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی۔
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی۔

تبادلہ سنین کے موقعہ پر انسانی جذبات اور امنگوں میں ایک خاص تبدیلی اور جوش ہوتا ہے مجھے ضرورت نہیں کہ اس کے فلسفہ پر بحث کروں اسوقت میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کرے تبادلہ سنین کے وقت اٹھتے ہوئے جذبات اور امنگیں

ہماری حقیقی تبدیلی کا موجب ہوں

اگر اس سے یہ سبق عملی رنگ میں ہم حاصل کریں تو لاریب ہم بڑے خوش قسمت اور بیدار بخت ہیں۔ گذشتہ واقعات پر غور کرکے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا دانشمندی اور زیرکی میں داخل ہے اسلئے اگر ان کمزوریوں اور روکوں سے جو ہماری گذشتہ زندگی یا کم از کم گذشتہ سال میں تکلیف کا باعث اور ترقی کے لئے سد راہ ہوئی ہیں بچنے کی کوشش کریں تو یہ ہماری بیداری اور ذی حس ہونے کا ثبوت ہوگا۔ لیکن کوئی تبدیلی اور کوئی کوشش اللہ تعالےٰ کے فضل کے بدوں ممکن نہیں ہے۔ اس صورت میں فضل الٰہی کے جذب کرنیوالے ذریعہ کو اختیار کر لینا چاہیئے۔

اور وہ دُعا ہے

اس لئے میں ناظرین اور سرپرستان الحکم کی خدمت میں نہایت اخلاص کیساتھ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی دعاؤں میں اپنے خادم کو بھی یاد رکھیں۔

اخباری دنیا کا معمول ہے کہ وہ سال گذشتہ پر ریویو کیا کرتی ہے میں بھی اس اصول کو اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے گذشتہ واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی میں خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے توفیق پا کر اگلی اشاعت میں اس غرض کو دور کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیونکہ ساری توفیقیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔"

اب میں الحکم کے گذشتہ سال پر مختصر سا ریویو کرنا چاہتا ہوں الحکم کی زندگی کا پندرھواں سال شروع ہوتا ہے۔ گذشتہ چودھویں سال میں الحکم کی حالت سال کے آخری حصہ میں بہت کچھ کمزور رہی ہے اور اس کی اشاعت میں بے ترتیبی اور تعویق واقع ہوئی۔ اس کا باعث وہی نقصان کثیر ہے جو کارخانہ میں مشین کیوجہ سے ہو چکا ہے۔ الحکم کی تعداد اشاعت میں کوئی کمی خدا کے فضل سے واقعہ نہیں ہوئی۔ مگر ترقی کی رفتار کا ایک مقام پر ٹھیر جانا خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اشاعت کا ٹھیر جانا کبھی بھی خوش کن امر نہیں لیکن جن حالات میں سے الحکم گذر رہا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا اپنے مقام پر کھڑے رہنا بہر حال الحکم کی اس عزت و عظمت کا ثبوت ہے۔ جو قوم کے دل میں وہ اپنے لئے پیدا کر چکا ہے"

لیکن یہ عظمت اس وقت تک بے حقیقت چیز ہوگی۔ جب تک وہ عملی رنگ پیدا نہ کرے۔ اس لئے الحکم کے بقا اور استحکام کا سوال قوم کے سامنے آنا چاہیئے۔ اور اس کے لئے جو صورت مناسب اور پسندیدہ ہو اس پر عمل کرنے کیلئے تحریک ہونی چاہیئے۔ الحکم کی مالی مشکلات اور اس کی اشاعت میں بعض روکوں کے پیدا ہونے پر مخالفین نے خوشیاں منائیں۔ اور اپنے اخبارات میں اس خوشی کا اظہار کیا یہ امر انکی سفاہت کی دلیل ہے۔ انسانی زندگی مختلف قسم کے نشیب و فراز کا نمونہ ہے اور اس کی زندگی میں مختلف تبدیلیاں لازم پڑی ہوئی ہیں۔ اسی طرح الحکم کی راہ میں اگر کوئی روک پیدا ہوئی تو یہ تعجب کی بات نہ تھی۔ چودہ سال ایک لمبا زمانہ ہے اس عرصہ میں جو خدمات الحکم نے کی ہیں وہ ایسی نہیں کہ مخالفین ان پر پردہ ڈال سکیں۔ اور خود اپنی زندگیوں میں وہ ایسی نظیر نہیں بتا سکتے۔ کہ وہ پیش آمدہ حادثات سے متاثر نہ ہوئے ہوں"

بہر حال میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ الحکم کی زندگی کے چودھویں سال کے آخر میں یہ انقلاب ہوا کہ اسے ایک خطرناک امتحان سے نکلنا پڑا ہے"

میں اس امر کو خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے ظاہر کرتا ہوں کہ الحکم کی زندگی اگر محض اس کے ایڈیٹر کے ساتھ ہی وابستہ نہیں۔ اور بخدا تعالےٰ نہیں۔ تو الحکم مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تنبیہ کے لئے اپنے سلسلہ کام کو جاری رکھیگا۔ اور احمدی قوم ایسی نہیں کہ وہ اپنی حمیت اور غیرت دینی کے احساس کو مٹا دے اور خدا نہ کرے کہ اس پر وہ وقت آئے۔ الغرض میں خدا کے فضل پر مطمئن ہوں کہ وہ آپ الحکم کی حمایت اور تائید فرمائیگا اور قوم اپنے فرض کو ادا کرے گی"

اس کے بعد شاید یہ ضروری سمجھا جائے کہ الحکم اس سال کیا کریگا اور کیا پروگرام وہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اس کے متعلق مجھے یہی کہنا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں

کہ کیا ہوگا اور کیونکر ہوگا؟

الحکم کا موضوع اسلام اور مسلمان ہیں۔ اور اسلام اور مسلمانوں کا مفہوم اصلی اسوقت احمدی اور احمدیت ہے اسلئے وہ اسی محور پر حرکت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی دعا کریگا۔ اس وقت تک جو کچھ بھی وہ کر سکا ہے وہ محض اللہ تعالےٰ ہی کے فضل سے ہوا ہے۔ اور آئیندہ بھی اسی کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے بس میں اس مضمون کو اب لمبا نہیں کرتا اور اسقدر عرض کرکے اس کو ختم کرتا ہوں۔ کہ ناظرین و سرپرستان الحکم کو سال نو مبارک ہو۔ اور اللہ تعالےٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اپنے خادم کی ضروریات کا قرار واقعی احساس کر سکیں (آمین)

سرپرستان الحکم کیخدمت میں التماس

اسقدر ذکر کرنے کے بعد غالباً بے محل نہ ہوگا کہ میں سرپرستان الحکم کو توجہ دلاؤں اس امر کیطرف کہ وہ الحکم کے بقا اور استحکام کیلئے جہاں دعاؤں سے کام لیں وہاں اپنے فرائض متعلقہ الحکم پر بھی غور کریں میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ الحکم کی اشاعت میں بیقاعدگی اور تعویق سخت دکھ دہ اور ناقابل عفو ہے۔ مگر جب یہ تعویق اس نقصان کیوجہ سے ہو رہی ہے جو الحکم کے کارخانہ کو گذشتہ سالوں میں اٹھانا پڑا ہے تو قومی فرض اس نقصان کو پورا کرنے کیطرف توجہ دلاتا ہے۔

اور اس کیصورت یہ ہے کہ جن احباب کے ذمہ الحکم کا کچھ بھی بقایا ہے خواہ وہ کتابوں کا بقایا ہے یا الحکم کا وہ فوراً ادا کر دیں اور اس وصولی بقایا کے لئے جو وی پی کارخانہ کیطرف سے جاری کئے جاتے ہیں انہیں وصول کریں۔ ان کے متعلق اگر کوئی امر قابل دریافت ہو تو اسے امانت رکھکر دریافت کریں۔

جدید خریداران الحکم کے لئے جتیا کریں اور ان کی قیمتیں بھجوائیں سالانہ قیمتوں کی وصولی کے وی پی جو اب جاری ہو رہے ہیں انہیں وصول کیا جاوے اور کارخانہ کی کتابوں کی خرید سے امداد بجائے اور ان سب کے علاوہ ضرورت ہے کہ ترجمۃ القرآن کی اشاعت کیجائے۔ اگر اس وقت دو سو خریدار بھی موجودہ سالوں پارے یکجائی طور پر خریدنے والے نکل آویں تو الحکم کو پیش قیمت مدد مل سکتی ہے۔ اور یہ

بیک کرشمہ دو کار

کی مصداق ہوگی۔ قرآن مجید کی خدمت اور اشاعت ایکطرف اور کارخانہ الحکم کی اعانت دوسری طرف غرض جسطرح جس کسی سے بن پڑتا ہے۔ وہ اپنے الحکم کی اعانت کیلئے قدم اٹھائے۔ اور ہاتھ بڑھائے۔ اب زیادہ اپیلوں کا وقت نہیں اور نہ اس کی ضرورت بار بار جذبات کو اپیل کرنے کے معنے دوسرے الفاظ میں قوم کی ناقدری اور بےحسی کی شکایت ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ ایک قدر شناس اور حقائق پسند قوم کے متعلق یہ گلہ کروں۔ اور خصوصاً اسی حالت میں کہ وہ سلسلہ کی انسٹیٹیوشنز کو نہایت جوش اور حوصلہ سے چلا رہی ہے یہ سچ ہے کہ اسکی توجہ مختلف کاموں کیطرف تقسیم ہو رہی ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ وہ بیفکر ہے۔ پس میں پھر ایک بار سرپرستان الحکم کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ کی بقایا ادا کریں اور آئندہ سال کی قیمت پیشگی ادا کریں میں یہی عرض کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آئیندہ الحکم کسی صاحب کے نام انشاءاللہ جاری ہی نہیں ہوگا۔ جب تک پیشگی قیمت وہ ادا نہ کرے اس خصوص سے صرف وہ احباب مستثنیٰ ہونگے۔ جو چودہ سال سے برابر ایک وقت معین پر قیمت دینے کے عادی ہیں۔ اور جن کے متعلق مطبع کو پورا وثوق ہے۔ بہر حال احباب کی توجہ کی ضرورت ہے۔ اور امید ہے کہ وہ ان سطور کو غور سے پڑھیں گے"

ایوانِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی طبیعت اب خدا کے فضل و کرم سے بہت کچھ رو بصحت ہے۔ زخم قریباً بھر گیا ہے البتہ ضعف اور نقاہت ہے۔ اور اس کی وجہ جہانتک میں سمجھتا ہوں حضرت کی کمی غذا ہے۔ اور باوجود ان ایام میں بھی آپ دقیق مضامین پر غور کرتے رہتے ہیں۔ اور عموماً بہت دیر تک مختلف اوقات میں کسی نہ کسی رنگ میں گفتگو بھی کرتے رہتے ہیں اس وقت تک کہ یہ مضمون میں لکھ رہا ہوں۔ اعنی یوم عید تک آپ کی علالت کے متعلق اسقدر خبر ہے جو خدا کے فضل سے خدام حضرت کے لئے تسلی بخش ہوگی۔ اسی سلسلہ میں حسب معمول میں آپ کی سیرۃ کے چند واقعات کا گلدستہ پھر احباب کی روحانی چاشنی کے لئے لکھنا چاہتا ہوں۔

حمیتِ دینی اور شعائر اللہ کی عظمت کا جوش

میں اس امر کا ذکر کر دینا بے محل نہیں پاتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی سیرۃ کے جن واقعات کو میں نے لیا ہے وہ محض جوش ارادت اور حسن عقیدت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ میں نے اپنے اس مضمون کے پہلے نمبر میں بتا دیا تھا۔ کہ علالت اور ابتلا انسان کے ایمان کے امتحان کا بہترین محک ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اس وقت ہر قسم کے حجاب اور پردے دور ہو کر فطرت کا صحیح مذاق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر میں نے کہا تھا۔ کہ احباب آکر دیکھیں۔ اور اب میں کہتا ہوں کہ دشمن بھی آکر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو۔ اور خدا چاہے تو فائدہ پہنچے۔ حضرت کی حب دینی اور شعائر اللہ کی عظمت کے متعلق ایک تازہ واقعہ ناظرین کے ایمان کو بڑھانے والا ہوگا۔

۱۴۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کو سالانہ کھیلوں کے مقابلہ کے لئے مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلباء کی پارٹی کو مولوی صدر دین صاحب بی اے۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام گورداسپور ۱۳۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کو ایسے وقت لیجانا چاہتے تھے کہ وہ ۱ بجے کی گاڑی میں سوار ہو سکیں۔ ۱۲۔ کی شام کو قبل مغرب سکرٹری صاحب سے وہ اسکے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اتفاق سے میں بھی پہونچا۔ میں نے اس کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھا۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے طالبعلم عید کے دن جو یوم النحر ہے۔ قادیان سے کھیلوں کے مقابلہ پر جاویں۔ اور وہ قوم جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اظہار کرتی ہو۔ اپنے سکولوں میں یہ نمونہ قائم کرے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن بھی اس کو کراہت ہی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور پسند نہیں کرتے تھے کہ لڑکے عید پڑھنے کے بدلے گیمز کو ترجیح دیں۔ مگر مولوی صدر الدین کا منشا معلوم ہوتا تھا۔ کہ لڑکے چلے جاویں اور وہ راہ میں نماز پڑھ لیں۔ یا اگر نماز یہاں ہی پڑھیں تو خطیب اور امام جلدی ختم کر دے۔ مجھے تو یہ طریق سخت ہی مکروہ معلوم ہوا کہ خطیب اور امام کو نماز یا خطبہ کے جلد ختم کرنے کے لئے کہا جاوے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے یہ سخت ہتک دلانیوالی بات تھی۔ بالآخر یہ طے ہوا۔ کہ وہ حضرت کی خدمت میں آپ عرض کریں۔

چنانچہ مولوی صدر دین صاحب نے پوچھا تو حضرت کو سخت ناگوار گذرا۔ اور فرمایا میں تو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جائز نہیں سمجھتا کہ عید کے دن سفر کیا جاوے۔ اور پھر سفر بھی کھیلوں کے لئے ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔ اور اگر تمہیں کوئی خوف ہے۔ تو لکھدو۔ کہ نور الدین نے اجازت نہیں دی۔" یہ مفہوم تھا حضرت کے کلام کا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دن سنت ابراهیمی کا ایک ایسا دن ہے جو شعائر اللہ میں داخل ہے اس کی عظمت مومن کا فرض ہے۔ غرض حضرت نے ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہ کیا۔ کہ کھیلوں کے مقابلہ کو یوم النحر اور شعائر اللہ پر ترجیح دیجاوے میں اس امر کو افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ کھیلوں کو ایسی ترجیح دیجاتی ہے جو نہایت ناپسند امر ہے۔ اسی سلسلہ میں میں حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی سے اور واقعات جو اسی سے متعلق ہیں بیان کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ مدرسہ میں سے گذرے میں اتفاق سے ساتھ تھا لڑکے میچ آل چل رہے تھے۔ آپ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا۔ یہ قرآن کریم کے صریح خلاف ہے۔ اور مجھے افسوس ہے تعلیم الاسلام کے مدرس اتنا بھی نہیں جانتے۔ اور آپ نے اسوقت یہ آیت پڑھی۔ افمن یمشی مکبا علی وجہہ اھدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم" مگر مدرسہ میں اس پر توجہ نہیں ہوئی۔ شاید اب ہو جاوے۔ پھر اسی سلسلہ واقعات میں آپ نے عبد الحی اپنے بچے کو بھی فرمایا۔ کہ ہم تم کو منع کرتے ہیں کہ اگر تمہیں کوئی اس قسم کی کھیل کھیلنے کی ہدایت کرے تو مت کرنا۔" عبد الحی بچہ تھا۔ ممکن ہے یہ واقعہ اسے یاد ہو یا نہ ہو اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل پر قرآن کریم کی عظمت کا کتنا بڑا اثر ہے کہ کھیل کود میں بھی وہ ان امور کو مد نظر رکھتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی رنگ میں قرآن مجید کے خلاف نہ ہوں۔ وہاں شعائر اللہ کی عظمت کے قائم کرنے کا جو احساس آپ کے دل میں ہے وہ ظاہر ہے۔ کہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کو روکدیا۔ کہ ٹورنامنٹ میں شامل ہونے کے لئے وہ یوم النحر کو سفر نہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ مولوی صدر الدین صاحب آیندہ اس امر کا لحاظ رکھیں گے۔ اور وہ اپنی ذمہ داری کو ایک دینی تعلیم گاہ کے متعلق بخوبی محسوس کریں گے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کی عظمت اور خوبی جس امر میں ہو سکتی ہے وہ تعلیم کے ساتھ تربیت اور سب سے بڑھ کر مسلمان بچوں میں مذہبی روح پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ نہیں تو اگر یہ بچے علوم عامہ میں ٹیلینسی اور بیکن سے بھی بڑھ جاویں تو ہیچ ہے۔ اس تعلیم گاہ کے مقدس مغفور بانی اور اس کے حقیقی صلاحکار اور اس مدرسہ کے پہلے محرک جو آج ہمارے امام ہیں کی اصل غرض کو ہمیشہ مد نظر رکھو اور وہی قبلہ نما تعلیم الاسلام کا ہونا چاہیئے۔ اگر وہ حاصل ہو جاوے تو سب کچھ ملگیا۔

پھر انہیں کھیلوں کے سلسلہ میں ایک مرتبہ آپ نے جب کمیٹی کے متعدد اجلاسوں میں سامان ورزش کی درخواستیں پیش ہونے لگیں تو فرمایا کہ دینیات کیلئے تو کوئی درخواست نہیں آتی۔ سامان ورزش کی بڑی درخواستیں آتی ہیں۔ اور مجھے یاد ہے کہ یہ بھی کہا تھا کہ مدرسہ کی لائبریری میں اور نہیں تو دینی کتب ہی کا اضافہ کردو۔"

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ آپ کے دل میں حب دینی کس پایہ کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ واقعات ورزشی سامان کی اصلاح کا موجب ہوں گے۔ اور مدرسہ کی لائبریری میں دینی کتابوں کے ذخیرہ یا مذہبی مضامین نویسی کا مذاق پیدا کرنے کے لئے انعام دینے پر کم از کم زیادہ نہیں تو اتنا ہی خرچ کیا جاویگا۔"

اس واقعہ نے قادیان کے رہنے والوں کو بہت ہی متاثر کیا اور خصوصاً طلباء کے دل پر تو نہایت عجیب اثر پڑا ہے۔"

دعاؤں کا شغل

حضرت دعاؤں کو ہمیشہ سے اپنا ہتھیار سمجھتے رہے ہیں اور عملی طور پر اس ہتھیار کو آپ نے بڑے بڑے معرکوں میں استعمال کیا ہے۔ وہ معرکہ کے واقعات آپ کی پاک لائف کا ایک جزو ہیں یہاں جس بات کو میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے ان ایام علالت کو دعاؤں کے لئے مخصوص کیا۔ میں نے پہلے نمبر ہی میں بتایا تھا۔ کہ پہلے ہی دن عیادت کو جانے والوں اور جانثاروں کے لئے خصوصیت سے دعا کا وعدہ کیا اور آپ کی خاموشی نے تو برق آسا اور دعا کی طرف بہت متوجہ کر دیا۔ جو لوگ دعاؤں کے لئے خطوط لکھتے رہے ہیں باقاعدہ انکی فہرست حضرت کی خدمت میں پیش ہوتی رہی اور آپ دعا کرتے رہے۔ مگر یوم العرفہ کو خصوصیت سے آپ نے دعاؤں کے لئے ایک وقت نکالا۔ زوال سے لیکر غروب آفتاب تک آپ نے وقت کو دعاؤں کے لئے مخصوص کر لیا۔ اور کسی شخص کو عورت ہو یا مرد اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جائے غور ہے کہ علالت جو پہلے ہی ضعف کا موجب ہو رہی ہو اس میں دعاؤں کی کثرت جو کرب اور اضطراب اور رقت قلب کو چاہتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر

ایثار کی مثال کیا ہوگی؟

ضرورت ہے سکون اور راحت کی مگر یہاں وہ حالت ہے کہ

> ہمہ در دور ایں عالم امان و عافیت خواہند
> چہ افتاد ایں سر ما را کہ میخواہد مصیبت را

دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ دعاؤں میں کسقدر دعا کرنے والے کو مضمحل ہونا پڑتا ہے۔ حضرت اقدس مغفور فرمایا کرتے تھے

کہ مرنا اور دعا کرنا ایک ہی ہے۔

اور بارہا یہ پنجابی مثل پڑھا کرتے تھے۔ منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا۔ کیونکہ جب تک اہل درد اور اہل حاجت کی تکالیف کو اپنی ذات پر وارد نہ کرے۔ وہ دعا نہیں پیدا ہو سکتی۔ جو آستانہ الوہیت کو جا کر ہلا دیتی ہے۔ پس اس بیماری کی حالت میں آپ نے یوم الحج کے دن معمول کے علاوہ ایک نیا وقت دعاؤں کے لئے نکالا۔ فرمایا اس وقت مجھے سخت رقت قلب اور گدازش پیدا ہوئی اور میں نے بڑی بڑی دعائیں کیں اس اثنا میں میرے پاس کوئی نہیں آنے پایا۔ ایک مرتبہ میری بیوی صرف اس لئے آئی کہ وہ میٹھے کا پانی جو ڈاکٹروں نے بتایا تھا مجھے پلائے۔ میں نے اس سے تفاؤل لیا۔ کہ میٹھے کا پانی ہے۔ میری ان دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ قبولیت کی حلاوت پیدا کریگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس نے میری دعاؤں کو قبول کیا۔ میں نے ان دعاؤں میں

میں بھی دعا کی کہ اے میرے مولا! میں ان لوگوں کے ساتھ ملکر دعا کرتا ہوں جو آج عرفات میں ہیں۔"

مجھے معلوم تھا کہ حضرت کا معمول ہے کہ یوم العرفہ میں بڑی دعائیں کیا کرتے ہیں۔ اس وقت کے قریب میں نے حضرت کی خدمت میں ایک کارڈ بھیجا۔ کہ میرے اور میرے اہل کے خاتمہ بالخیر اور رضا الٰہی کے حاصل کرنے کی توفیق کے ملنے کی دعا کریں۔" وہ کارڈ اور دوسرے احباب خواستگاران دعا کی فہرست حضرت کے سرہانے تھی۔ ۸ بجے صبح کے قریب برادرم شیخ تیمور کو موقعہ ملا۔ کہ وہ اس دعا کی فہرست کو سنائیں۔ فرمایا خوب کیا۔ میں اُس وقت دعا ہی میں مصروف تھا۔" جس سے معلوم ہوا۔ کہ رات کا بہت بڑا حصہ بھی آپ نے دعا ہی میں گذارا۔ اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دعا میں شریک ہے۔ الحمد للہ میں بھی آپ کی دعاؤں میں شریک تھا۔ اور یہ آپ کا احسان تھا اور ہے۔ غرض آپکا دعاؤں کا مشغلہ بھی بڑھ گیا ہے۔ یوم العید کی صبح کو میں مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کل دعاؤں کے لئے بڑا وقت ملا۔ اور فرمایا رات کو بہت ہی کم سو سکا۔ اور تین رؤیا دیکھے۔

جن میں سے ایک میں کسی شخص جعفر نام نے آپ کو کہا کہ آپ ہمارے امام ہیں نماز پڑھا دیں۔ اور پاؤ سیپارہ سنا دیں۔ میں نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقر پڑھی۔ پھر کسی رؤیا میں آپ نے سورۃ یاایہا الکفرون اور سورۃ تبت یدا تلاوت کیں۔ چنانچہ ان مبشر رویا کی تعبیر آپنے تعطیر الانام سے سنی۔

آپکی محنت و مذاق کا ادنیٰ نمونہ اور زبان عربی سے محبت کا ثبوت

آپ نے تعطیر الانام کا جو ذکر کیا تو سید صاحب نے عرض کیا کہ آپنے ایک فہرست تعطیر الانام کی بنائی تھی اور وہ میرے پاس بھی رہی ہے جس سے بڑی آسانی ہوئی تھی۔ فرمایا ایسے کام میں نے بہت کئے ہیں۔ اور مختلف فہرستیں لکھی ہیں۔ ایک فہرست ان اشعار کی لکھی ہے جو تفاسیر میں آئے ہیں اور پھر ایک فہرست ان اشعار کی لکھی جو رضی شافیہ۔ رضی کافیہ۔ مطول اور سیبویہ کی الکتب میں آئے ہیں۔

ناظرین غور کریں کہ یہ کسقدر محنت کا نتیجہ ہو سکتا ہے سینکڑوں نہیں ہزاروں اوراق کو پڑھکر ان میں سے اشعار کو یکجا کیا۔ اس کی غرض کیا محض ایک شغل ہو سکتی ہے؟ نہیں اس کا سر میں بتاتا ہوں۔ حضرت کو قرآن مجید سے تو بہت محبت ہے۔ اور اسی وجہ سے آپ ان تمام لوگوں کی بڑی قدر کیا کرتے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں قرآن مجید کی خدمت کی ہے عربی زبان کی خدمت کرنیوالوں کو آپ ہمیشہ عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ یہ بھی قرآن مجید کی ہی خدمت ہے۔ ان اشعار کا جمع کرنا اس نظر سے ہے۔ ایک مرتبہ میں آپ سے فوز الکبیر پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت آپ نے مجھے قرآن مجید کی اس لغت کو دکھایا جو آپ نے بخاری سے لیکر جمع کی تھی۔ اور شاہ صاحب کی دی ہوئی فہرست کو آپ نے مکمل کیا تھا۔ غرض آپ نے تحریری کام بہت کیا ہوا ہے۔ اور یہ اس شخص کو پتہ لگ سکتا ہے۔ جو آپ کے کتبخانہ کی کتابوں کو سرسری نظر سے بھی دیکھے۔ ہر کتاب پر اس کے مہتم بالشان مسایل اور عمدہ نکات کی فہرست ملیگی اور اس کیساتھ ہی ان مسایل کا بھی پتہ ملیگا جو آپ کی نظر میں اس کتاب میں کمزور ہیں۔

غرض یہ دلچسپ بحث تو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو لکھیں گے۔ یہاں مجھے صرف ایام علالت کے پیش آمدہ واقعات اور مکالمات کا ذکر مقصود ہے۔ جو کسی نہ کسی پہلو سے آپ کی سیرۃ پر روشنی ڈالتی ہیں۔"

شوم کی بحث

حضرت بعض اوقات عجیب عجیب نکات معرفت بیان کرتے ہیں میر نے ایکدن عرض کیا۔ کہ میاں رحمت اللہ ساکن بنگہ نے مجھے کہا تھا۔ کہ وہ ایک مکان کرایہ پر لینا چاہتے ہیں۔ حضور اجازت دیں تو لیلیں۔ فرمایا اتنا دیکھ لیں کہ اس مکان کے مالک اُجڑ نہ گئے ہوں تو لے لیں۔ پھر فرمایا شوم تین باتوں میں آیا ہے۔ عورت۔ مکان۔ گھوڑا۔"

ان تینوں میں جو شوم مانا جاتا ہے اسکی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ گھوڑا مثلاً بدلگام ہو۔ سرکش اور شوخ ہو۔ ایسا ہی مکان کے متعلق ایک شوم یہ ہوتا ہے کہ وہ تنگ و تار ہو۔ حفظ صحت کے خلاف ہو۔ اور عورت کے متعلق یہ کہ وہ بدزبان ہو بیوبڑ ہو۔ لیکن مجھے اللہ تعالےٰ نے اس سے بڑھ کر اس کے متعلق اس کی حقیقت بتائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض مکانات ایسے ہوتے ہیں۔ جہاں غفلت پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور واقعات نے اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کا علاج ایسے مکان کو چھوڑ دینا اور اس نشست کو بدل دینا ہوتا ہے۔ اس قسم کی غفلت پیدا کرنے والے مکانات میں جب بدیاں ترقی کر جاتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور آباد مکان ویران ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو فرمایا۔ کہ جب عادیوں کی زمین سے گزرو تو بھاگتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے نکل جاؤ۔ یہ مکانوں کا شوم ہوتا ہے۔ اور عورتوں کے متعلق ان کے بانجھہ یا بدزبان وغیرہ ہونے کے سوا بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ وہ غیر طیبہ ہونے کے باعث اسمیں شیطانی آمیزش ہوتی ہے جسکے تعلق سے انسان کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ مختلف راہوں سے خدا سے دور جاتی ہے اور نیکیوں کو چھوڑا دیتی ہے اور مومن خدا کے فضل سے شوم کو دور بھی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ طیبہ کا شوم جو وبائی تپ کے رنگ میں تھا۔ جاتا رہا۔"

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنیمیں بڑی احتیاط چاہیئے!

۲۷ نومبر ۱۹۱۳ء کو خواجہ کمال الدین صاحب اور دوسرے احباب حاضر تھے میں بھی سعادت اندوز تھا۔ خواجہ صاحب سے برادرم خواجہ جمال الدین صاحب کے متعلق استفسار کیا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ انہوں نے ایک سال کی رخصت کا انتظام کیا ہے۔ اور یہ رخصت وہ صرف اس لئے لیتے ہیں کہ انہوں نے عہد کر لیا ہے کہ آپ سے قرآن پڑھیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ سے عہد کرنے میں بڑی احتیاط چاہیئے! میں اس کو تو دل سے چاہتا ہوں کہ لوگ قرآن پڑھیں۔ اور قرآن پڑھانا میرے لئے بڑی ہی خوشی کا ذریعہ اور میرے لئے جنت ہے۔ لیکن جب کوئی ایسا عہد کرتا ہے۔ تو میں ڈر جاتا ہوں۔ ان کو لکھو کہ دہاں نبی بخش نام ایک نوجوان تھا وہ اسے جانتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ تپدق میں بیمار ہوا۔ میں نے اُسے کہا کہ تم اللہ تعالےٰ کے لئے کوئی نذر مان لو تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اس نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ قرآن کریم کی خدمت کرونگا۔ آخر وہ اچھا تو ہو گیا۔ اور اس نے قرآن کریم پڑھا بھی مگر خدمت کی توفیق نہ ملی۔ بلکہ ہمارا مخالف ہو گیا ایسے عہود میں خدا تعالےٰ سے پہلے بہت استغفار کرنا چاہیئے کہ وہ اخلاص عطا کرے اور پھر اس سے دعائیں کیجائیں کہ وہ توفیق دے۔ خدا تعالےٰ سے عہد کر کے اگر پورا نہ کیا جائے تو انجام نفاق پر ہو جاتا ہے۔ اسلئے ایسا ارادہ مبارک ہے اور ہے جیسا آدمی تو اسکی بڑی قدر کرتا ہے مگر اُسے لکھو کہ وہ بہت استغفار کریں اور دعاؤں سے کام لیں۔ انسان اپنی طاقت سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ساری توفیقیں اور طاقتیں اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور وہ دعاؤں سے ملتی ہیں۔

تبلیغ اسلام کا جوش

چوٹ اور اس کی تکلیف کم خوابی اور اس کا کرب ضعف اور ناتوانی ایک طرف۔ مگر اس حالت میں تبلیغ اسلام کا جوش ایسا ہے کہ دو واقعہ اس اثنا میں پیش آئے وہ اس کی کیقدر حقیقت بتاتے ہیں۔ برادرم مفتی محمد صادق صاحب سفر سنگیر سے واپس آئے تو بڑے شوق کے ساتھ ان کے حالات سفر کو غیر معمولی طور پر سنا۔ اور تبلیغ کا جو کام ان حصوں میں ہوا۔ اس کی تفصیل معلوم کر کے بہت خوش ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب جب پہلی مرتبہ عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ علیگڈھ میں جو لیکچروں کا انتظام ہوا ہے۔ اس میں پہلا لیکچر میرا ہے۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب کا تار آیا تھا۔ مگر حضور کی ناسازی طبع کے باعث میں نے انہیں اطلاع دی کہ میں نہیں آسکتا۔ اس پر انہوں نے بذریعہ تار حضور کی عیادت کی ہے۔ اور مجھے روکدیا کہ جب تک حضرت کی طبیعت درست نہ ہو نہ آؤ۔ فرمایا۔ نہیں میری علالت اس تبلیغ کے کام میں روک نہ ہو۔ وہاں ضرور جانا چاہیئے۔ انہیں لکھدو۔ میں اپنے وجود کو کسی طرح پر بھی اسلام کے کام میں روک نہیں بنانا چاہتا۔ اور خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ میری آرزو تو یہ ہے کہ میں اسلام ہی کیخدمت میں زندگی پوری کروں۔ تم ضرور جاؤ۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی طیاری کرو اور مضمون لکھکر مجھے سنانے۔ اگرچہ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ بدوں تیاری لیکچر دے۔ اس طرح پر خدا تعالےٰ کے خاص فضل کی مدد ملتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اسکیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن مجید کیطرف توجہ ہو مجھے خدا تعالےٰ نے آپ قرآن پڑھایا ہے

اور میں نے بعض آیتوں کو خصوصیت کیساتھ اللہ تعالےٰ سے پڑھا ہے۔ دوسروں کو اسکی سمجھ نہیں آ سکتی کہ کس طرح پڑھنا۔ مگر میں نے تو پڑھا ہے۔

آپ کو بھی چاہیئے کہ قرآن مجید کے تلفظ کو صحت کیساتھ ادا کرنے کیطرف توجہ کریں۔ اور تیمور بھی توجہ کرے۔ اور تیاری کرے۔"

یہ واقعہ ہے جو ہماری آنکھوں نے دیکھا۔ علالت میں انسان بالطبع چاہتا ہے کہ احباب و خدام اس کے گرد و پیش رہیں۔ مگر اس مرد خدا نے جوش تبلیغ میں اپنے آرام کی پروا نہیں کی۔ کیونکہ اس کا آرام تو

تبلیغ اسلام میں ہے

اس موقعہ پر حضرت نے صدیقی فطرت سے کام لیا ہے۔ صدیق اعظم کو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر پہلا ابتلا یہی پیش آیا کہ جیش اسامہ کو روانہ کریں۔ دوسرے صحابہ کی رائے تھی کہ نہیں یہ ابتلا کا وقت ہے اور فتنہ کا اندیشہ ہے جیش اسامہ روانہ کرو۔ مگر وہ ملت بیضا کی اشاعت کا شیدائی دشمن کے گھٹا ٹوپ بادلوں کو دیکھتے ہوئے بھی کہتا ہے۔ کہ نہیں میں جیش اسامہ کو نہیں روکونگا۔ یہ جائے اور ضرور جائے۔" اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کا واقعہ معمولی واقعہ نہیں آپ کی صحت و عافیت۔ (اللہ تعالےٰ اس میں برکت دے) خدا کے فضل سے بہت برکات کا موجب ہے۔ اور علالت (النصیب اعداء) نے دنوں کو بلا دیا ہے اور ضرورت ہے کہ احباب آپ کے گرد و پیش رہیں۔ مگر نہیں وہ اسی حالت میں جبکہ علالت کے ابتدائی ایام میں زخم خطرناک حالت میں تھا۔ تبلیغی وفد کو روکنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ جانے کی تاکید کرتا ہے یہ تقاضا ہے صدیقی فطرت کا۔

تبلیغ اسلام

ایام علالت میں بھی جس طرح آپ کو موقعہ ملتا ہے اور کوئی تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔ تو تبلیغ اسلام و تعلیم قرآن کریم کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پنڈت بھورام صاحب جریح ضلع لدھیانہ سے حضرت کی زیارت اور عیادت کو بتوسط منشی فرزند علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ فیروز پور حاضر آئے۔ پنڈت صاحب موصوف چونکہ منشی فرزند علی صاحب کے استاد زادہ ہیں۔ اسلئے انہوں نے ہی حضرت سے آپ کو ملایا۔ اس تقریب پر حضرت اقدس نے نہایت قیمتی تقریر فرمائی۔ جس نے پنڈت صاحب کو بہت ہی متاثر کیا۔ اور وقتاً فوقتاً آپ کے ارشادات کی تصدیق کرتے رہے۔ جس سے ان کی سعادتمند فطرت کا پتہ لگتا ہے۔ حضرت نے انہیں خطاب کر کے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے تمام موجودات کو انسان کی خدمت کیلئے مسخر کر دیا ہے اور وہ تمام چیزیں انسانی خدمت میں مصروف ہیں۔ ارضی اشیاء اور اجرام سماوی جسقدر بھی ہیں۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں انسان ہی کی خدمتگذار ہیں۔ اور یہ بات تھوڑے سے غور سے معلوم ہو سکتی ہے پس وہ لوگ جو ان چیزوں کو اپنا معبود بناتے ہیں نہایت غلط راہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ حالانکہ وہ تو انسان کی خادم ہیں۔ مخدوم بھی نہیں پھر معبود کیونکر ہو سکتی ہیں ابھی نظارہ سے ثابت ہے کہ جسقدر حقیقی خدا کی عبادت سے منہ موڑتے ہیں اسیقدر خادموں کو معبود بنا لیتے ہیں۔

فرمایا جو کام انسان کیلئے اللہ تعالےٰ سے بُعد کا موجب ہو اس سے بچنا چاہیئے۔ ایسے کاموں کا نتیجہ کبھی نیک نہیں ہو سکتا بلکہ نہایت ہی برا ہوتا ہے۔ دیکھو عیسائیوں نے جب حقیقی خدا کو چھوڑ دیا تو اس سے ایسا بُعد ہوا۔ کہ وہ اس کی نافرمانی کرنے لگے۔ اور ایک ضعیف اور ناتوان انسان کو خدا بنانا پڑا۔ ہم نے ایکمرتبہ ایک پادری سے پوچھا کہ اگر ایک شخص سر سے برہنہ ہو اور وہ صلیب ہاتھ میں لیکر کسی کے کوچہ میں آگھسے۔ اور کہے۔ آئی ایم گاڈ۔ آئی ایم گاڈ (میں خدا ہوں) تو کیا تم اُسے خدا مان لوگے؟ اس کی نسبت تم کیا رائے قایم کروگے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس پر وہ چپ ہو گیا۔ اور اس نے کہا آپ مباحثہ میں تیز لفظ بولتے ہیں۔

فرمایا۔ جس غرض کے لئے انسان ایک بدی کو اختیار کرتا ہے وہی اس کے ارتکاب سے مفقود ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ افیون کا استعمال اسلئے کرتے ہیں کہ امساک پیدا ہو۔ مگر افیون کھانے کھانے انجام یہ ہوتا ہے کہ قوۃ باہ ہی بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی بعض لوگ شراب اسلئے پینے لگتے ہیں کہ سرور حاصل ہو مگر شرابخور عموماً ہر قسم کے ہموم و غموم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ برے ہمنشینوں کی صحبت کے اثر سے شراب کا عادی ہو گیا۔ ایک رات کو بدقسمتی سے اتنی شراب پی کہ بدمستی کیحالت میں ایک بدررو میں گر گیا اور رات بھر وہیں پڑا رہا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ کسی نے اتار لئے۔ صبح کو جب دیکھا وہ غائب تھے۔ اس نقصان کو وہ برداشت نہ کر سکا۔ اور آخر خونی اسہال شروع ہو گئے جو اسکی موت کا باعث ہوئے۔ اب دیکھو کہ جس سرور کو وہ شراب کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہی شراب اسکے لئے وبال جان ہو گئی۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس میں نہ تھی۔ وہ ایک بدی تھی۔"

چور چوری کرتا ہے۔ کہ وہ یکدم مالدار ہو جائے مگر وہ چوری کا مال اپنے گھر نہیں رکھ سکتا۔ اور مفلس کا مفلس ہی رہتا ہے۔ امرتسر کا واقعہ ہے کہ ایک چور نے ایک گھر کو لوٹا۔ نکلتے وقت گھر کے مالک نے بھی دیکھ لیا۔ مگر جب ایک عرصہ اس بات پر گذر گیا تو وہی چور نہایت پھٹے پرانے کپڑوں میں اسطرف سے گذرا اس گھر کی مالکہ عورت اپنے گھر کے سامنے زیورات پہنے ہوئے چرخہ کات رہی تھی۔ اس نے اس کو پہچان لیا اور ادہر اُدہر کوئی آدمی تو تھا نہیں اسے ٹھیرا کر کہا کہ تو نے ہمارے گھر کا سب اسباب لوٹ لیا۔ مگر تو ویسا ہی بدحال ہے۔ تیرے جسم پر سالم کپڑے بھی نہیں ہیں۔ اور مجھے دیکھ کہ خدا نے پھر سب کچھ دیدیا۔ یہ دیکھ میرے ہاتھوں میں چوڑا پڑا ہوا ہے۔ وہ چور بہت ہی نادم ہوا۔

میری غرض اس واقعہ سے یہ ہے کہ انسان جس رنگ میں ناجائز طور سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسی رنگ میں اسے ناکامی ہوتی ہے۔

فرمایا۔ ہر ایک انسان کے اندر ایک قوت ہے جو اُسے برائی کے ارتکاب پر ملامت کرتی ہے۔ جو بُرا فعل انسان کرتا ہے اگر کسی دوسرے شخص کو اسی فعل کا ارتکاب کرتے دیکھے۔ تو اُسے بہت برا سمجھتا ہے۔ مثلاً ایک زانی یا چور خود ایک فعل کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کے یا اس کے متعلقین کے ساتھ ایسا سلوک کرے تو اسے سخت ناپسند ہو گا یہی کراہت اور ناپسندیدگی اس پر حجت قویہ ہے کہ وہ بدی کرتا ہے۔ ہم نے ایک بڈھے چور کو پوچھا۔ کہ تم جو بڑی چوریاں کرتے ہو کتنے آدمی ہوتے ہو۔ اس نے بتایا کہ ایک نقب لگاتا ہے۔ ایک اس پر پہرہ دیتا ہے اور باقی شرکاء فلاں فلاں کام کرتے ہیں۔ غرض ساری تفصیل اس نے بتائی۔ اور آخر کہا کہ ایک سنار بھی رازدار ہوتا ہے۔ جو مال کو فوراً گلا دیتا ہے اس کا حصہ ۲۵ فیصدی ہوتا ہے۔ مجھے چونکہ اس پر اتمام حجت مقصود تھا۔ میں نے کہا اگر وہ زیادہ رکھ لے۔ تو اس نے ایک گندی گالی دیکر کہا کہ ایسے بے ایمان سے ہم خوب سمجھیں اور اسے علیحدہ کر دیں۔ میں نے کہا کہ کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ہماری محنت کی کمائی میں سے چوری کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تم جو کسی کا محنت سے کمایا ہوا مال لاتے ہو اس پر تمہارا کیا حق ہوتا ہے؟ جس پر اسے چپ ہونا پڑا۔ غرض اگر اس طرح انسان اپنے افعال کے ارتکاب کے وقت غور کرے تو وہ بدیوں سے ایک حد تک بچ جاوے۔"

فرمایا۔ اسلام ہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کے صحیح طریقے بتاتا ہے۔ میں ایک مرتبہ ایک رئیس کے پاس ملازم تھا۔ رئیس نے ایک روز کہا کہ مولوی صاحب یہ مذاہب کے جھگڑے ہمیشہ سے چل رہے ہیں۔ مگر ان کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ ایک ایسا معیار ہونا چاہیئے۔ جس پر تمام مذاہب کو پرکھ لیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ کونسا مذہب اس معیار پر صحیح اترتا ہے؟ میں نے کہا بہت بہتر ہے آپ ہی کوئی معیار مقرر کریں اس نے کہا کہ میرے نزدیک جو مذہب سب سے زیادہ قدیم ہو۔ وہ صحیح ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس اصل کو درست تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر رئیس صاحب نے کہا کہ پھر اسلام صحیح مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسکا آغاز صرف تیرہ سو سال سے ہے۔ میں نے کہا نہیں یہ تو درست نہیں۔ اسلام سب سے پرانا مذہب ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو لکھا ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل اسلام کو حکم ہے کہ تمام انبیاء کی اقتدا کریں۔ پھر اسلام تیرہ سو سال سے کیوں ہوا؟"

پھر میں نے پوچھا کہ آپ یہ تو فرمائیں کہ رام چندر جی کسکی پرستش کرتے تھے۔ اس نے کہا وشنو کی۔ وشنو کس کی؟ کہا شو جی کی پھر کہا شو جی کسکی کرتے تھے؟ کہا رودر کی۔ میں نے کہا وہ کسکی پرستش کرتے تھے؟ کہا برہما جی کی۔ میں نے پوچھا وہ کس کی؟ تو رئیس مذکور کے منہ سے بے اختیار یہی جواب نکلا کہ کیول ایشر کی۔ میں نے کہا بس یہی تو لا الٰہ الا اللہ کے معنے ہیں کہ کیول ایشر ہی کی عبادت کی جاوے اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ اس پر رئیس مذکور نے گھبرا کر کہا کہ پھر برہما جی کسی اور کی عبادت کرتے ہوں گے میں نے کہا کہ سلسلہ سوالات بالآخر پھر کیول ایشر پر جا کر ختم ہو جائیگا۔ اور یہی اسلام ہے۔"

پھر آپ نے تاکیداً فرمایا کہ انسان کو ایسے کاموں سے بچنا چاہیئے۔ جن کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ خدا سے دور کر دیں"

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر وقت یہی دھن اور آرزو رکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی حقیقت سے لوگ آشنا ہوں"

اصلاح کا عجب طریق

سوشل تعلقات میں انسان کو بعض اوقات عجیب عجیب مشکلات پیش آتی ہیں۔ عورت مرد کے جدا جدا مذاق اور عادات ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ صنف نازک اپنی کمزوریوں کیوجہ سے انسان کو برہم و افروختہ بھی کر دیتی ہے باوجود اس کشش اور جذب کی قوت کے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت رکھی ہے۔ بیماری میں انسان کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اور وہ ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے۔ اور اس کے غصہ کا سارا زور زیادہ تر بیوی پر ہوتا ہے۔ مگر میں آپ کو ایک لطیف اور سبق آموز بات سناتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب کو اس عرصہ علالت میں کسی شخص نے بھی ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ اور نہ طبیعت میں وہ بدمزاجی ہے جو بیماروں بالخصوص ضعیف بیماروں میں ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت عجیب سکون کی حالت میں ہے۔ اور کوئی چیز آپ کے مزاج کو اس علالت میں بھی آشفتہ نہیں کر سکتی۔ بیمار آدمی کے لئے کھانے کا التزام ایک خصوصیت چاہتا ہے۔ جس میں اس کی حالت کے لحاظ سے فکر کرنا پڑتا ہے۔ وہ غذائیت کے لحاظ سے زود ہضم ہونے کی حیثیت سے لذیذ ہونے کے پہلو سے چبانے اور نگلنے میں سہولت کے لحاظ سے عمدہ ہو۔ کھانے کے متعلق میں نے تو سالہا سال سے مولوی صاحب کو دیکھا ہے کہ کبھی آپ اس وجہ سے ناراض ہی نہیں ہوئے جو آ گیا کھا لیا۔ حالانکہ کھانے کے متعلق بعض گھروں میں نمک کی کمی بیشی پر سخت لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ ان بیماری کے دنوں میں دیکھا گیا۔ کہ آپ نے بیوی کی کیسی خاطرداری اور تسلی کو بہت ہی ملحوظ رکھا۔ اور کھانے کے متعلق انکی رائے کو بہت پسند کیا۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ پھر کبھی ہوگی۔ یہاں مجھے ایک واقعہ دکھانا ہے جو معاشرت کے نقطہ خیال سے میں نے دیکھا ہے اور اس میں اصلاح کا عجیب راز مخفی ہے۔

عید کے دوسرے دن شام کے کھانے کے وقت میں بھی حاضر تھا کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا۔ شوربے میں مرچ کسیقدر زیادہ تھی آپ کے منہ میں چونکہ زخم ہے وہ اور بھی تیز اثر دکھاتی تھی۔ آپ بجائے اس کے کہ آپ ہدایت کرتے۔ یا ناراض ہو کر یہ کہتے کہ کیوں اتنی تیز مرچ ڈالی گئی۔ آپ نے مہتمم صاحب کو فرمایا کہ اس کو چکھو اور پھر فرمایا کہ میری بیوی کو چکھاؤ۔ اس حکم کے دوسرے الفاظ میں یہ معنے تھے کہ وہ اپنی غلطی کو سمجھ لیں اور آئندہ اصلاح ہو۔ پھر آپ کے سامنے وہ سالن پیش کیا گیا جو آپ کی بیوی صاحبہ نے علیحدہ کیا تھا۔ اس میں نمک بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا تو سہی مگر اسے بھی پھر اسی طرح ان کو چکھایا اور محسوس کرا دیا کہ اس قدر نمک نہ ہونا چاہیئے"

یہ باتیں بالکل معمولی ہیں اور ایسی ہیں کہ آئے دن گھروں میں پیش آتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس ذرا سی بات پر طلاق تک نوبتیں پہنچ جاتی ہیں اور برتن ٹوٹتے اور جھگڑے برپا ہوتے ہیں۔ مگر خلیفۃ المسیح نے اپنے اس طرز سے دکھایا کہ اصلاح کیونکر کرنی چاہیئے۔

بات بات میں سبق

عبدالحی آپ کے بڑے بچہ نے (جو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا نشان ہے) قربانی کی۔ اور اس بکرے کا مغز آپ کے لئے طیار کرایا۔ حضرت کے پاس وہ مغز آیا۔ آپ نے چکھا تو اس میں بھی نمک زیادہ تھا اور علاوہ اس کے وہ جھلی جس میں مغز ہوتا ہے اتری ہوئی نہ تھی آپ نے چکھ کر چھوڑ دیا۔ عبدالحی پھر لے آیا اور اصرار سے اور پیار سے پیش کیا حضرت نے اس میں سے کھانا شروع کیا تو پوچھا کہ کیوں پہلے اس حصہ کو (جو آگے کا تھا) لیا۔ اور اس کو نہیں لیا (جو آگے نہ تھا) عبدالحی نے جواب دیا کہ قرآن کا حکم ہے اپنے آگے سے کھانا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا حدیث میں ایسا آیا ہے قرآن میں نہیں یہ بات بھی آپ نے بچوں کی تربیت کے اصول کے رنگ میں بتائی ہے۔ کیونکہ ہم باتوں ہی باتوں میں بچوں کو دینیات کی تعلیم اور تربیت کر سکتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کا ذکر!

کھانا کھاتے ہوتے نہایت جوش کیساتھ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا کھانے کے بعد کی دعا کا ذکر فرمایا۔ اور کہا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں آپ کے پاک ارادوں آرزوؤں کا آئینہ ہیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیسے عظیم الشان انسان تھے نبی کریم کی سیرۃ کا پتہ آپ کی دعاؤں سے خوب لگتا ہے۔ آپ نے کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا جس میں اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانے کی تعلیم نہ دی ہو چنانچہ کھانا کھانے کے بعد کیسی لطیف دعا سکھائی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو دیکھو اس پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ اور کہنا پڑتا ہے۔

؎ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

پھر آپ نے اس دعا کی تشریح شروع کی فرمایا الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا یعنے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جو ہمیں کھلاتا ہے فرمایا بات بالکل درست ہے اگر اللہ تعالیٰ ہی کا فضل نہ ہو تو انسان کیونکر کھا سکتا ہے۔ قسم قسم کے کھانے طیار ہوں۔ مگر صحت اجازت نہ دے اور ایسے عوارض لاحق ہوں کہ منہ میں لقمہ بھی نہ جا سکے تو کیا ہو سکتا ہے؟ پس اللہ ہی کھلاتا ہے اور مجھے بھی وہی کھلاتا ہے۔ وہی پلاتا ہے پینے کے لئے بھی اس کی توفیق ہی کی ضرورت ہے جو بعض وقت دانت میں شدید درد ہو تو کیسا ہی لذیذ شربت ہو انسان نہیں پی سکتا۔ یا کسی وجہ سے حلق بند ہو تو ایک قطرہ نہیں جا سکتا۔

پس وہی کھلاتا ہے وہی پلاتا ہے اسلئے جب انسان کھائے اور پیئے تو کیوں الحمد للہ نہ کہے؟

پھر فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح میں بہت بڑا جوش معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اتنی ہی بات پر نہیں ٹھیرے اور دعا کا سلسلہ لمبا کر دیا اور فرمایا ھو اشبعنا۔ اسی نے ہمکو سیر کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہی فضل پر موقوف ہے۔ بعض انسان میں نے دیکھے ہیں کہ ان کو جوع البقر کا عارضہ ہوتا ہے۔ وہ کھاتے ہی جاتے ہیں۔ مگر انکا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور ایسے ہی بعض لوگ ذیابیطس کے مریض ہوتے ہیں اور وہ پانی پینے سے سیراب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے دعا کی وَاَرْوَانَا اور اس نے ہمکو سیراب کیا۔ پھر اس پر بھی بس نہیں فرمایا وآوانا اور اس نے ہمکو پناہ دی کھانے اور پینے کو جگہ نہ ہو تو انسان کی جو حالت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے پس اس نفس پر بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد میں رطب اللسان ہیں اور اس پر بھی سلسلہ دعا کو بہت لمبا کیا۔ و کفانا پھر الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی و لا مودع ولا مستغنی عنہ۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ کھانا پینا جو دیا گیا ہے وہ اتنا ہی نہ ہو کہ اس کے بعد پھر محتاج اور دست نگر ہونا پڑے اپنے فضل سے ایسا سلسلہ جاری رکھ۔ کہ اس میں گویا دوام ہو۔

غرض نبی کریم کی دعائیں نہایت عجیب اور ایمان کے بڑھانے والی ہیں۔ اللھم صل علے محمد وعلے آل محمد وبارک وسلم

مشکلات کا حل دعا سے چاہو

ایک معزز بھائی نے عرض کی کہ رامپور میں میری حالت خراب ہو رہی ہے۔ مجھے شہر کی حالت کا تو اب فکر نہیں۔ اب تو اپنا فکر ہو رہا ہے۔ یہ سنکر حضرت کی طبیعت میں دعا کے لئے ایک جوش پیدا ہوا۔ اور فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ساتھ ہی حاضرین نے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کے بعد فرمایا دعاؤں سے کام لو۔ دعاؤں سے بڑے بڑے مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ اور میں نے خود دیکھا ہے کہ جن امور کو لاینحل سمجھا ہے دعاؤں نے انہیں کھول دیا ہے۔ آپ دعا کریں کہ مولا کریم اس شہر میں جو سعادتمند روحیں ہیں یا جو پیچھے سعادتمند پیدا ہونے والی ہیں ان کو میرے ساتھ کر دے بعض اوقات انسان اپنی وجاہت اپنی تقریر۔ اپنی تحریر پر ناز کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ اس ذریعہ سے کوئی اثر پیدا کر سکتا ہے۔ مگر یہ شرک ہوتا ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ملے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی ہے جو کسی کلام میں تاثیر پیدا کرے۔ بس آپ دعاؤں سے کام لیں ہم پر بھی اس شہر کے حقوق ہیں۔ ہم نے وہاں بہت آرام پایا ہے اور طالب علمی کا زمانہ خدا کے فضل سے عزت اور آسائش سے گذارا ہے۔ بہرحال آپ بہت دعائیں کریں۔

صلہ رحمی کی تاکید

ایڈیٹر الحکم نے اپنی اہلیہ کی درخواست پیش کی کہ وہ مجھے چاہتی ہے کہ میں اس کی ہمشیرہ کی شادی پر جاؤں اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی تمہاری غمگسار ہو ایسی تقریبیں دنیوی اصول پر اخراجات چاہتی ہیں سوچکر بتاؤں گا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے گھر میں بیان کیا اور کہا

لہ یہ شعر بابا طاہر کا ہے۔

کہ میں اب اسکے متعلق حضرت عرض نہیں کرونگا - ادہر یوم النکاح میں صرف ایک ہی دن باقی تھا - اس پر اس نے خود حضرت کچھ منتیں درخواست کی - اس پر جو جوابدیا اسکا مفہوم میں اپنے الفاظ میں لکھتا ہوں - کیونکہ میرے پاس یہ بیان دوسرے واسطے سے پہونچا ہے - شریعت ہم کو رشتہ داروں سے ملنے اور سلوک کرنے کی بڑی تاکید کرتی ہیں - اور اگر کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسا کرے تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی ہے کیونکہ صلہ رحمی بڑی نیکی ہے - اور اس کی بڑی تاکید آئی ہے -

ہمنے اگر اجازت میں تامل کیا تو اس کی وجہ خاص مالی حالات کا لحاظ ہے ورنہ ہم تو بہت خوشی سے تمہیں بھی اجازت دیتے ہیں اگر ہم بیمار نہ ہوتیں تو آپ بھی چلی جاتیں -

غرض آپ نے صلہ رحمی اور پھر بیوی اور اسکے رشتہ داروں کیساتھ حضور نے سلوک اور احسان کی تاکید فرمائی -

یہ واقعہ تو میری ذات سے وابستہ ہے میں اس سے جہاں صلہ رحمی کی تاکید کے مضمون کو سمجھتا ہوں - وہاں یہ بھی کہ حضرت اپنے خدام کے متعلق کسقدر درد اور اسکے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں - اس کیساتھ میں آپ کی صحبت سے ملتا ہوا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں - آپ کے ننہال سے ایک مراسی بیمار ہوکر علاج کے لئے آیا - آپ علاج میں تو سب کیلئے ہی توجہ فرماتے ہیں اسکیطرف خصوصیت سے متوجہ تھے اور اس کے ہر قسم کے آرام و آسائش کا خود خیال رکھتے - اس نے آپ کی نذر پیش کی تو نہ لیا - اور کہا تو ننہال سے آیا ہے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی جماعت کو تاکید کی تھی کہ تم مصر فتح کرو - تو اہل مصر کا لحاظ رکھنا - کیونکہ وہ ہماری ننہال ہیں - میں بھی اپنے ننہال کا بڑا لحاظ کرتا ہوں - اور وہاں سے کوئی آوے میں اس کی عزت کرتا ہوا - اور ہر طرح پر اسکا خیال رکھنا چاہتا ہوں پس تم یہ ہماری طرف سے لو - اور جو ضرورت تمہیں ہو مجھے بتاؤ - ایک اعلیٰ طبقہ کے آدمی سے سلوک کرنا بعض اوقات وجاہت کے لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے - مگر ایک غریب اور محض غریب و کس مپرس انسان کیساتھ ننہال کی عظمت کو مد نظر رکھکر اور صلہ رحمی کے خیال سے احسان کرنا محض اخلاص اور سنت نبوی ہی کے عمل کا نتیجہ ہے -

موجودہ جدّوجہد کا اثر مسلمانوں پر

میں نے ایک روز عرض کیا کہ حضرت اس وقت مسلمانوں اور ہندوؤں میں جو جدّوجہد ہو رہی ہے آپ نے بھی اس پر غور کیا ہوگا ؟ آپ اس کا اثر مسلمانوں کے لئے کیا سمجھتے ہیں ؟ فرمایا میں نے اس پر بہت غور کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ مسلمانوں میں بھی قومیت کی روح پیدا ہو جائیگی - کیونکہ فریق ثانی کیطرف سے جو حملے ہو رہے ہیں - ان کے دفاع کیلئے کوشش کریں گے - اور سستی اور غفلت چھوڑ دینگے میں اس کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتا ہوں - اور جو اللہ تعالے چاہیگا وہی ہوگا -

اشاعت اسلام اور دوسرے مسلمان

ایک خادم امرتسر سے عیادت کے لئے آیا - اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں - کیا کیا جاوے - فرمایا اشاعت اسلام تو ایک مبارک اور مُفید کام ہے - اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے - مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں - اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں - ان کے متعلق قابل غور یہ امر ہے - کہ کیا وہ موید من اللہ اور منصور ہیں یا نہیں ؟

اس کے لئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں اور وہ اشاعت اسلام کے مدعی ہیں - اوّل غزنوی گروہ دوم ثناء اللہ - سوم احمدیہ - چہارم اہل فقہ - پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ والے لوگ اب غور کرنا چاہیئے - کہ اللہ تعالے نے ان کی تائید اور نصرت کہاں تک کی - حضرت اقدس علیہ السّلام کی مخالفت میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا ؟ کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی - اوّل تو باہم ان پانچوں میں بغض اور عداوت ہے اور ایک کے دوسرے کو ستا دینے اور ذلیل و رسوا کرنیکی کوشش اُٹھا نہیں رکھی - ایک دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں - جن میں سے بعض کو شرفا پڑھ بھی نہیں سکتے - پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی - ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود ان کی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی مسئلہ امامت سے الگ ہو رہے ہیں - اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے وہ ظاہر بات ہے -

ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے - اسے بھی کوئی جماعت نہ ملی - جو اس کو اپنا امام یقین کر لیتی - پھر اہل فقہ تھا اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اسکا انجام یہ ہوا کہ اب اہل فقہ کا نام بھی نہیں ہے !

مولوی محمد حسین کے ماننے والے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے - کہ خود ثناء اللہ نے اس کی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے - اس سے ظاہر ہے کہ کہ اللہ تعالے نے انکی تائید اور نصرت نہیں کی - اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی - بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈالدی -

ان واقعات نے جو تجارب صحیحہ میں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے - پھر جب خدا تعالیٰ کی نصرت انکے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں - جناب الٰہی کا منشاء یہ نہیں کہ ان کو موید کرے برخلاف اس کے اس سلسلہ کو اللہ تعالےٰ نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے تم جانتے ہو کہ شروع سے لیکر اب تک کسقدر مخالفت اس کی کی گئی - شہر والوں نے دشمنی کی - برادری نے مخالفت کی - ہندوؤں نے آریوں نے عیسائیوں سکھوں نے - اور بالآخر خود مسلمانوں نے ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام و نشان مٹا دیں مگر اللہ تعالےٰ نے کیسی نصرت فرمائی - اور کس طرح پر اس کو نشوو نما دیا ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا - اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کر دیا - اور ہر قسم کے لوگ اس کی خدمت کے لئے جمع ہو گئے - یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا - اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے اسی سلسلہ کو پیدا کیا ہے - اور اسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا -

ہمارا سالانہ اجلاس

جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - دسمبر ۱۹۱۱ء کو قادیان دارالامان میں ہمارا سالانہ جلسہ ہوا - جیسا کہ الحکم میں بھی تحریک کیگئی تھی کہ اس جلسہ کو آئندہ اسی اصول اور نہج پر کیا جاوے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا - خوشی کی بات ہے کہ امسال اس اصل کو مد نظر رکھا گیا - مہمانوں کے آرام اور آسایش کے خیال کو مد نظر رکھکر ایک قافلہ بٹالہ اسٹیشن پر موجود رہتا تھا - جو احباب کے اسباب کو بحفاظت قادیان پہونچانے اور ان کی روانگی کے لئے سواری کا معقول انتظام کرتا تھا - اسی طرح خاص قادیان میں بعض احباب کے سپرد روشنی کا - اور بعض کے سپرد مہمانوں کے لئے جگہ کا انتظام کرنا تھا - ان تمام دوستوں نے اپنے فرض کو پوری محنت اور سرگرمی سے دور کیا - اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے - اگرچہ بعض موقعہ پر مہمانوں کو کھانے وغیرہ کے متعلق کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں - مگر جہاں کثرت ہو وہاں ایسی شکایتوں کا پیدا ہو جانا کچھ بعید نہیں تاہم امید کیجاتی ہے - کہ انشاء اللہ العزیز آیندہ سال اور بھی توجہ سے کام لیا جائیگا جلسہ میں آنیوالے احباب کی تعداد کا اندازہ ہزار تک بتایا جاتا ہے - اور یہ ظاہر بات ہے کہ گذشتہ سال کی نسبت اس مرتبہ احباب بہت کم آسکے - اس کیوجہ ظاہر ہے کہ یہ اجلاس پورے نو ماہ بعد ہوا ہے - آنیوالے احباب ہندوستان کے حصوں سے آئے کشمیر سے لیکر مدراس تک اور پشاور سے لیکر کلکتہ تک سے آئے جلسہ کی کارروائی ۲۵ - دسمبر ۱۹۱۱ء سے شروع ہوئی - بعد دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے باہر تشریف لانیکا وعدہ فرمایا تھا - اور احباب اس مژدہ جانفزا کو سن کر از بس مسرور اور شادمان تھے - ان کے لئے آج کا دن

یوم العید تھا

ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی - اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے صحن میں احباب جمع ہو کر اپنے محسن و مخدوم امام مطاع کے چشم براہ تھے - جس دن سے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے موافق گھوڑے سے گر کر بستر علالت پر لیٹے ہیں آجتک باہر نہیں آسکے - اور ضعف و نقاہت کیوجہ سے نہ آپ کی حالت ایسی تھی کہ آپ باہر آسکتے - مگر جوش تبلیغ اور امر بالمعروف پر حریص ہونے کا وصف جو اس قوم میں ہوتا ہے - وہ آپ کو کہاں چین لینے دیتا تھا - آپ نے باوجود تکلیف اور ضعف شدید کے باہر آنا پسند کیا - !

آج ہمارے امام کی شان نرالی تھی باوجود نقاہت اور ضعف کے آپ کے چہرہ پر

جلال تھا

اور نورانی صورت ایک خاص اثر اور کیفیت پیدا کرتی تھی۔ جو الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی۔ گھر سے آپ دو آدمیوں کے سہارے پر نکلے۔ مگر تھوڑی دور چلکر آپ کو چارپائی پر لیٹ جانا پڑا۔ آپ کی غرض صرف اس قدر تھی۔ کہ باہر کھلے میدان میں اپنے خدام سے مل لیں۔ اور بس اتنی طاقت اور توانائی تو تھی ہی نہیں کہ

آپ کوئی تقریر کریں

اور فرمایا بھی یہی تھا کہ صرف ملاقات کریں گے۔ لیکن جو نہی آپ آکر چارپائی پر بیٹھے۔ اور آپ کی نظر جماعت پر پڑی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا جوش تھا

کہ آپ تقریر کیلئے آمادہ ہوگئے

یہ امر بھی آپ کی سچائی اور خدارسی کا ایک خاص ثبوت تھا۔ طبی مشورہ زیادہ بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر یہ پاک وجود اپنی زندگی اور صحت کی پرواہ نہ کرتا ہوا غنیمت سمجھتا ہے کہ

حق پہونچادے

تبلیغ حق کا یہ جوش کسی قلب میں پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نے آستانہ الوہیت پر اپنا سر نہ رکھا ہوا ہو۔ اور جو اپنا جینا اور مرنا خدا ہی کے لئے یقین نہ کرتا ہو۔ میں نے ایسا ہی حضرت مسیح موعود مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں معاینہ کیا ہے کہ ایک طرف آپ پر بیماری کا شدید حملہ ہوتا ہے دوسری طرف آپ تحریر کے کام میں مصروف ہیں یہ آپ کے مقام صدق اور اخلاص پر کھڑے ہونے کا ثبوت تھا۔ کیونکہ ایسی حالت میں اگر آپ پورا آرام کرتے تو کوئی بھی وجود ایسا نہ تھا۔ جو بدظنی کرتا۔ مگر نہیں اس ساعت میں بھی جو چیز اندر ہی اندر آپ کو کام کے لئے مجبور کر رہی تھی وہ محض صدق اور اخلاص تھا ایسا ہی میں نے اس جگہ دیکھا۔ اس حالت مرض میں اگر آپ کوئی تقریر نہ کرتے تو احباب کو قطعاً کوئی افسوس نہ ہوتا۔ وہ حضرت کی طبیعت کے لئے آرام کرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے اور آپ کو مخلوق سے کوئی دنیوی غرض بھی نہ تھی اور نہ ہے کہ اگر آپ تقریر نہ کریں تو وہ مفقود ہو جاتی ہے باایں اپنی جان پر ظلم کر کے آپ کا تقریر کرنا

محض رضاء الٰہی کیلئے تھا

آپ کے اس فعل نے ایمانی قوت کو اور استحکام بخشا۔ اور بیٹھ کر آپ نے تقریر شروع کی۔ اگر ضعف اور نقاہت کیوجہ سے آپکی آواز میں یہ قوت نہ تھی کہ وہ دور تک پہنچ سکتی۔ اور آج صبح تو نہایت ہی آہستہ کلام فرماتے تھے۔ مگر بولتے وقت اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر آپ کی تائید فرمائی آواز اس وقت کے ضعف کے لحاظ سے نہایت بلند اور دور تک جانیوالی تھی۔ میرا خیال ہے کہ قریباً ایک گھنٹہ تک آپنے تقریر فرمائی۔ اس تقریر کو کسی دوسری جگہ درج کر دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایمان کو بڑھانے والی ہوگی اور بہتوں کے ہدایت اور اصلاح کا باعث بنے گی خدا کرے ایسا ہی ہو آپ تقریر ختم کرنیکے بعد

ایڈیٹر الحکم کو حکم دیا!

کہ وہ اس تقریر کو پڑھ کر سنا دے۔ میں حضرت کی تقریر کو لکھتا گیا تھا۔ اسی وقت اس تقریر کو پڑھ کر سنانا آسان بات نہ تھی۔ مگر حضرت ہی کی توجہ اور دعا کا اثر تھا کہ

میں اسکو سنانے میں کامیاب ہوگیا

خدا کے فضل سے اس تقریر کو اسی وقت سنا دیا گیا اسکے بعد احباب نے مصافحہ کرنا چاہا۔ حضرت پہلے ہی سخت تکلیف سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ استقلال کا نمونہ آج ہی نہیں میں تو اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ غرض آپ بیٹھ گئے اور احباب مصافحہ کے لئے آنے لگے۔ یہ نظارہ قابل دید تھا۔ اسکا مرقع ایڈیٹر کا قلم نہیں کھینچ سکتا۔ ایکدوسرے سے آگے بڑھنے کیلئے عجیب جد وجہد کرتا تھا۔ اور یہ نظارہ

حضرت کی قبولیت کا گواہ تھا!

اس کے ساتھ جس بات نے ہمیں اور بھی محفوظ اور مسرور فی الایمان کیا وہ آپ کے اخلاق کا ایک نمونہ تھا۔ ہزاروں انسانوں سے مصافحہ کرنا بھی عظیم الشان کام ہے اور ایک بیمار کے لئے اور بھی۔ اگر مصافحہ تک ہی بات رہتی تو بھی کوئی بات نہ تھی اگرچہ بار بار کہا جاتا تھا۔ احباب صرف مصافحہ کرلیں اور آہستگی سے کریں کیونکہ دست مبارک بھی ابھی ہاتھ میں مضروب ہے۔ مگر احباب آتے اور اپنے جوش سے مصافحہ کرتے تھے اور پھر جس کو موقع اور جوش ملتا وہ اپنے مقاصد کے لئے

دعا کیلئے عرض کرتا

اور حضرت فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھالیتے۔ اردگرد سے آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ اگر اسی طرح دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ تو مغرب کی نماز تک بھی بس نہ ہوگا۔ مگر حضرت ہیں کہ نہیں تھکتے اور کسی کو مایوس نہیں کرتے۔ اس وقت مجھے حضرت کا الہام یاد آگیا

لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس

یعنے خلق اللہ کثرت سے آویگی سو اسلئے انسے ملاقات کرنے میں تھکنا نہیں چاہیئے۔ اور نہ لوگوں کی کثرت ملاقات سے چین بر جبیں ہونا۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل اس وحی الٰہی پر ہمیشہ دیکھا تھا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح کا حالت علالت میں اس پر عمل کرنا بہت ہی خوش کن امر تھا۔ غرض دعا و مصافحہ کا یہ جلسہ دو گھنٹے سے بھی اوپر رہا۔ سردی شروع ہوگئی تھی۔ اور ڈاکٹری مشورہ تھا کہ آپ بس کیا جائے مگر حضرت نے اس وقت تک اسے جاری رکھا جبکہ سب احباب

فیضیاب ہوچکے

پھر آپ حلقہ احباب میں پیدل تشریف لیگئے۔ آج کی کوفت اور غیر معمولی محنت کا اثر آخر آپ پر پڑا۔ اور رات سخت تکلیف سے کاٹی۔ اور دوسرے دن بھی تکلیف رہی اور تیسرے دن تک برابر یہ سلسلہ تکلیف جاری رہا۔

اسی اثنا میں بھی آپ کو کلتہً آرام کرنیکا موقعہ نہ مل سکا۔ احباب بدستور آتے جاتے رہے۔ اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب بیعت کے بعد مختصر سی نصیحت بھی فرماتے رہے اور وہ یہ ہے کہ

بری صحبتوں سے بچو۔ اور اگر کسی وجہ سے
گرفتار بھی ہو جاؤ۔ تو بہت استغفار کرو۔ الحمد شریف
اور درود شریف کثرت سے پڑھو استغفار اور
لاحول کرو۔“

۲۷ دسمبر ۱۹۱۰ء کو مسجد النور میں پہلے وقت حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد (جو احمدی قوم کی خوش کن امید ہیں) کی تقریر ہوئی۔ یہ تقریر احمدی قوم میں نئی روح پیدا کرنے والی ہے۔ احمدی قوم کی ترقی میں ایک امر حارج ہو رہا تھا اور وہ یہ کہ ہم لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس امر کی طرف جاتے تھے کہ سلسلہ کا ذکر درمیان میں نہ آئے۔ اور اسی کو اتحاد المسلمین سمجھتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ یہی راہ ہماری ترقی کا موجب ہوگی۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب نے زاد اللہ تعالیٰ انہیں احمدی قوم کے احیاء کا ہمیشہ موجب رکھے اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی تربیت کے نیچے وہ مقام حاصل کریں۔ جو ذریت طیبہ کے وعدہ میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا) قوم کو جگا دیا۔ اور آگاہ کیا۔

کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

یہ تقریر پوری انشاء اللہ العزیز شایع کیجائیگی۔ اس تقریر نے حاضرین کے دل پر خاص اثر کیا۔ در اصل یہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہی کا حق تھا کہ وہ اس غلطی سے جو غفلت سے قوم میں پیدا ہو چلی تھی آگاہ فرماتے۔ حضرت صاحبزادہ کی تقریر کے بعد نماز ظہر و عصر جمع ہو کر پڑھی گئی۔ اور وہ بھی حضرت صاحبزادہ ہی نے پڑھائی کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ ہی کو حکم دیا ہوا ہے۔ بعد نماز ظہر و عصر جناب خواجہ صاحب کی اپیل تھی خواجہ صاحب کی تقریر کے بعض حصے کسیقدر بحث طلب ہیں۔ اور ان پر تنقیدی ریمارکس کی ضرورت ہے۔ موقعہ اور توفیق ملی تو میں کچھ لکھ سکونگا۔ بہرحال خواجہ صاحب نے [illegible] فصاحت سے اپنے مطلب کو خوب واضح کیا اور احباب کو تبلیغ کے لئے جوش دلایا۔ اس موقعہ پر احباب نے چندہ بھی لکھا جس کی تعداد کسی دوسری جگہ درج ہے۔

اس کے ساتھ آج کی کارروائی ختم ہوئی۔ ۲۷ - دسمبر ۱۹۱۰ء کو پہلے وقت حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کی زبردست تقریر مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔ یہ تقریر قرآن مجید کے عجیب معارف اور حقایق سے بھری ہوئی تھی۔ الحکم اس کو تمام و کمال انشاء اللہ العزیز اگلی اشاعت میں درج کر دیا جائیگا۔ اس تقریر میں

ایک ضروری نکتہ معرفت

حضرت فاضل امروہی نے بیان کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کی پیشگوئی کے متعلق ہے۔ جس عجیب پہلو سے آپ نے اس راز کا انکشاف فرمایا کہ کیوں آپ کی ذریت طیبہ میں سے ایک عظیم الشان انسان ہونیوالا ہے۔ وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے القا کیا ہے اور میں ایسا ہی